اَلْمُوَطَّأ

امام محمد

مع

تعلیق ممجد

استاد محترم مولانا محمد عامر مدنی

مرکزی جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ فیصل آباد

عنصر رضا جامی

عرض جامی!

بحمد اللہ چند ایک آحادیث کو لکھنے کی سعادت سے مشرف ہوا مکتبہ المدینہ سے شائع کتاب مؤطا امام محمد کے حاشیہ میں موجود اختلافات و مسائل کو سوال وجواب میں لانے کی کوشش رہی تاکہ آحادیث کے ساتھ ساتھ ان سے مستنبط احکام کی طرف بھی توجہ مبذول رہے اللہ پاک سینہ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے ہمیں علم حدیث سے صحیح معنی میں شغف عطا فرمائے!

آمین

ابو ناصر محمد عنصر رضا جامی عطاری

اظہار تشکر!

اللہ پاک شفیق ورفیق استاد محترم عامر مدنی صاحب کو خیر کثیر عطاء فرمائے اور ان کے ہاتھوں سے علم کے فیضان کو جاری فرمائے جن کے توسل سے یہ امر عظیم پایا تکمیل تک آن پہنچا اللہ پاک ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے

آمین

شرف انتساب!

اپنے والدین اور اساتذہ کرام اور اپنے ہم مکتب ساتھیوں کے نام اللہ پاک ان سب سے کو اپنے حفظ وامان میں رکھے تمام تر درجہ سابعہ مکی کے طلباء کو اللہ با عمل عالم بنائے اور ان سے دین متین کا کام لے

آمین

حالات زندگی امام محمد رحمہ اللہ

ولادت :آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش مبارکہ 132ھ کو مشرقی عراق کے شہر واسط میں ہوئی۔آپ کا نام محمد بن حسن اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔

ایک ہفتے میں حفظِ قراٰن :اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی بارگاہ میں علمِ فقہ سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے۔امام صاحب نے فرمایا کہ پہلے قرآن پاک یاد کر کے آؤ۔آپ ایک ہفتے میں قراٰنِ پاک حفظ کر کے دوبارہ حاضرِ خدمت ہوگئے اور امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے انہیں اپنی شاگردی میں قبول فرمالیا۔ (بلوغ الامانی،ص4،6)

اساتذہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سمیت امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، مِسْعَر بن کدام اور عمر بن ذر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی عظیم ہستیوں سے علم حاصل کیا۔(تاریخ بغداد،169/2)

منفرد اعزاز: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت کا ایک منفرد پہلو یہ بھی ہے کہ مذاہبِ اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) میں سے ہر ایک نے آپ سے بِالواسطہ یا بِلاواسطہ (Direct) اِستفادہ کیا ہے۔امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے آپ سے براہِ راست علم سیکھا، فقہِ مالکی کی کتبِ اسدیہ کے مؤلف اسد بن فُرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام محمد کے شاگرد تھے۔اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ مشکل ترین مسائل کا علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو انہوں نے کہا کہ امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں سے۔ (بلوغ الامانی، ص9) ان چاروں مذاہب میں آپ کا فیضان پایا جاتا ہے۔

ذوقِ مطالعہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات کو بہت کم سوتے اور اکثر وقت مطالعہ میں گزارتے۔جب کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے: بھلا شہزادوں کو یہ لذّت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔کسی نے پوچھا: آپ سوتے کیوں نہیں؟ تو فرمایا: میں کیسے سو جاؤں جب لوگوں کی آنکھیں (شرعی مسائل میں) ہم پر اعتماد کرکے سوئی ہوئی ہیں۔(بلوغ الامانی، ص7، جامع الاحادیث،285/1)

مشہور کتب :آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کثیرُالتّصانیف بزرگ تھے۔ علمِ حدیث میں آپ کی مشہور کتاب مؤطا امام محمد ہے جس کی اکثر روایات آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی ہیں۔ اسی طرح کتابُ الآثار بھی علمِ حدیث میں آپ کی مشہور تالیف ہے۔اس کے علاوہ فقہِ حنفی میں آپ کی چھ کتابوں کا مجموعہ مشہور ہے جنہیں ظاہرُ الرّوایہ کہا جاتا ہے۔ان کے نام یہ ہیں: اَلْجَامِعُ الْکَبِیْر، اَلْجَامِعُ الصَّغِیْر، اَلسِّیَرُالْکَبِیْر، اَلسِّیَرُالصَّغِیْر، مَبْسُوط، زِیَادات۔اس کے ساتھ ساتھ فقہِ حنفی ہی میں اَلْجُرْجَانِیَّات، اَلْکَیْسَانِیَّات، اَلْھَارُوْنِیَّات، اَلرَّقِّیَّات بھی مشہور ہیں۔(جامع الاحادیث،293/1)

مبارک فرمان :امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الاَحَد فرماتے ہیں: میرے والد نے 30 ہزار درہم چھوڑے تھے جن میں سے 15 ہزار درہم کو میں نے علمِ حدیث اور علمِ فقہ حاصل کرنے پر خرچ کیا۔(تاریخ بغداد،170/2)

چیف جسٹس: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ عراق کے قاضیُ القضاہ (چیف

جسٹس) مقرر ہوئے۔

وصال :آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاوصال 14 جُمادَی الاُخریٰ 189ھ میں ہوا۔انہی دنوں میں آپ کے خالہ زاد بھائی امام کسائی (جو علمِ لغت کے مشہورامام ہیں) کا بھی انتقال ہوا۔ان دونوں ہستیوں کو''رَے'' کے مقام پر دفن کیا گیا۔اس وقت کے خلیفہ ہارونُ الرّشید نے اس وقت ایک جملہ کہا تھا کہ آج میں نے فقہ اور لغت دونوں کو''رَے''میں دفن کر دیا۔کسی نے امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الاَحَد کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: کَیْفَ کُنْتَ فِی حَالِ النَّزْعِ آپ نے حالتِ نزع کو کیسا پایا؟آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت مکاتَب غلام کے متعلّق فکر وتاَمّل میں کھویا ہوا تھا مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ میری روح کب نکلی؟(تعلیم المتعلم،ص99) اللہ تعالیٰ کی ان پر رَحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔

پہلا فائدہ:

کتابت احادیث کے شائع ہونے کی کیفیت اور تدوین تصانیف کی ابتداء کے بارے میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ ھدی الساری میں فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو علم سے نوازے تو جان لے کہ دو وجہ سے نبی کریم ﷺ کے آثار آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب اور کبار تابعین کے زمانے میں کسی بھی جوامع میں مدون و مرتب نہ تھے،

پہلی وجہ:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا زمانہ ابتدائے اسلام اور نزول قرآن کا زمانہ تھا تو بعض آحادیث کے قرآن کے ساتھ ملتبس ہونے کے خوف سے ان کو آثار نبی ﷺ لکھنے سے منع کر دیا گیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں اس بارے میں روایت موجود ہے۔

دوسری وجہ:

چونکہ صحابہ کرام کے حافظے وسیع اور اذھان جاری وساری تھے اس لئے لکھنے سے مستغنی تھے اور یہ بھی وجہ کہ ان میں اکثر حضرات کتابت سے بھی ناواقف تھے۔

آثار واخبار کی تدوین وتبویب:

تابعین کے زمانے کے آخر میں جب علماء کرام کئی شہروں میں پھیل گئے تو تب آثار کی تدوین کاری اور اخبار کی ابواب بندی شروع ہوئی اور ساتھ ہی ساتھ بدعتی بھی بڑھتے گئے جن میں سرے فہرست خوارج وروافض اور تقدیر کے منکرین تھے۔

سب سے پہلے آثار کو جمع کرنے والے:

سب سے پہلے ان آثار کو ربیع بن صبیح اور سعید بن ابو عروبہ اور ان کے علاوہ نے جمع کیا اور طریقہ کار یہ ہوتا کہ یہ حضرات ہر باب کو الگ طور پر لکھا کرتے تھے یہاں تک کہ دوسری صدی کے نصف میں طبقہ ثالثہ کے کبار علماء بھی اس کام میں پیش پیش ہوئے اور ان حضرات نے احکام کو بھی مدون کیا، پس امام مالک رحمہ اللہ نے الموطا تصنیف فرمائی اور اس کو اقوال صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے ساتھ ملا دیا اور اس عظیم کام

میں اہل حجاز کے مظبوط محدثین بھی مشغول ہوئے پس:

(1)مکہ شریف میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے آثار کو تصنیف کیا،

(2)اور شام میں ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی نے،

(3)اور کوفہ میں ابو عبد اللہ سفیان ثوری نے،

(4)اور بصرہ میں حماد بن سلمہ بن دینار نے،

(5)اور واسط میں ہشیم نے،

(6)اور یمن میں معمر نے،

(7)اور خراسان میں ابن مبارک نے،

(8)اور رے میں جریر بن عبد الحمید نے آثار کو تصنیف فرمایااور یہ سب ہم عصر تھے اس لئے ان میں سے کون سابق تھااس کا علم نہ ہو سکا ،پھران کے زمانے میں کثیر اہل علم ان آثار کوایک خاص طریقے پر پڑھتے رہے یہاں تک کہ بعض آئمہ کرام نے رائے دی کہ نبی کریم ﷺ کی آحادیث کو خصوصیت کے ساتھ الگ طور پر لکھاجائے،اور مذکورہ ساراکام دوسو ہجری کے آخر میں ہوا۔

مسانید لکھنے والے اوران کے لکھنے کاانداز:

محدیثین کرام نے جیسے آثار وآخبار کااہتمام فرمایااسی طرح مسانید کو بھی تصنیف فرمایاپس:

(1)عبداللہ بن موسی عبسی نے مسند تصنیف فرمائی،

(2)پھر مصر کے رہائشی نعیم بن حامد خزاعی نے بھی مسند تصنیف فرمائی پھر آئمہ محدثین انہی کے نقشے قدم پر مسانید لکھتے گئے بہر حال حفاظ حدیث میں بہت کم ہی آئمہ ہیں جنہوں نے مسند کو تصنیف کیاہو جیسے امام احمد بن حنبل واسحاق ابن راھویہ وعثمان ابن شیبہ رحمھم اللہ وغیرہ اوران آئمہ میں سے کچھ نے مسانید کوابواب بندی کے طور پر تصنیف کیاتوجب امام بخاری رحمہ اللہ نے ان تصانیف کا ملاحظہ فرمایااوران کو وضع کے اعتبار سے تصیح وتحسین کا جامع پایااور ساتھ ہی ساتھ ان میں سے کثیر احادیث ضعیف بھی تھیں توامام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح حدیث کو جمع کرنے کے لئے اپنی ہمت وجذبے کو محرک کیا۔

تدوین حدیث کا مقصداور چند مدونین کے اسماء:

ابن اثیر جزری رحمہ اللہ اپنی کتاب جامع الاصول کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

محدثین کرام نے جو تصانیف کی ہیں لوگ ان کے بارے میں مختلف اغراض رکھتے ہیں،پس ان میں سے کچھ نے اپنی ہمت وجذبے کومطلقا تدوین حدیث کی طرف لگادیاتاکہ حدیث کے الفاظ محفوظ رہیں اوراس سے حکم کااستنباط کیاجائے جیساکہ سب سے پہلے اس کام کو عبیداللہ بن موسی عبسی اور ابوداود طیالسی اور بقیہ آئمہ محدثین نے سرانجام دیا،اور دوسری بار امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اوران کے بعد والوں نے سرانجام دیا،

ان حضرات نے احادیث کوراویوں کی مسانید میں جمع کردیاجیسے مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اس میں وہ روایات لائے جو خلیفہ

اول حضرت ابو بکر صدیق رضہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی تھی پھر اس کے بعد اسی طریقے پر فرداً فرداً صحابہ کرام کی مسانید کو ذکر فرمایا اور کچھ علماء محدثین نے آحادیث کو ان مقامات پر ذکر فرمایا جو ان پر دلیل تھی پس ہر حدیث شریف کے لیے مخصوص باب کو وضع کیا اگر وہ حدیث پاک نماز کے معنی میں ہوتی تو اسے باب الصلاۃ ذکر کر دیتے اور اگر زکوۃ کے معنی میں ہوتی تو اسے باب الزکاۃ میں ذکر کر دیتے جیسا کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے موطا میں اس کام کو سرانجام دیا لیکن اس میں قلت آحادیث کی وجہ سے ابواب بھی کم رہے پھر بعد والوں نے بھی آپ کے اس طریقے کی اقتدا فرمائی یوں معاملہ امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تک جا پہنچا اور ان کی صحیحین میں آحادیث کی کثرت ہوگئی اور ابواب واقسام کی بھی کثرت ہوگئی اور بعد والوں نے ان کی اقتدا کی اور دو وجہ سے یہ نوع طلب کے اعتبار سے پہلے سے زیادہ آسان تھی۔

شیخین کے طریقہ کار کے زیادہ آسان ہونے کی دو وجہیں:

پہلی وجہ:

کہ کبھی کبھار انسان فقط اس معنی سے واقف ہوتا ہے جس کی وجہ سے حدیث کا مطالبہ کیا جاتا ہے اگرچہ بندہ اس حدیث کے راوی سے ناواقف ہو اور وہ حدیث کس مسند میں ہے نہ جانتا ہو اور بعض اوقات تو اس مطلوبہ حدیث کے راوی کی معرفت کی محتاجگی ہی نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ:

کہ حدیث جب کتاب الصلاۃ میں وارد ہوتی ہے تو ناظر جان جاتا ہے کہ یہ حدیث احکام الصلاۃ میں سے اس حکم پر دلیل ہے لہذا اس کو غور وفکر کی حاجت نہیں رہتی۔

الفاظ لغویہ کو متضمن احادیث:

محدثین میں سے بعض نے ان احادیث کا استخراج کیا جو الفاظ لغویہ اور مشکل معانی کو شامل تھیں لہذا ان آحادیث کے لئے الگ سے کتاب کو لکھا اور اس کتاب کو شرح حدیث اور شرح حدیث غریب اور اس کے اعراب و معانی پر مقصور کر دیا اور ان آحادیث کے احکام کے درپے نہ ہوئے جیسا کہ اس کام کو ابوعبیدہ قاسم بن سلام اور عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ وغیرہ نے سرانجام دیا، اور بعض نے تو ان کے ساتھ ساتھ ان کے احکام اور فقہاء کرام کی اس بارے میں آراء کا بھی اضافہ کر دیا جیسا کہ سلیمان حمد بن محمد خطابی وغیرہ نے کیا۔

مذکورہ اہتمام کے علاوہ آحادیث کو جمع کرنے میں محدثین کا اہتمام وانداز:

کچھ محدثین نے متن حدیث کو چھوڑ کر غریب حدیث کو ذکر کرنے کا ارادہ کیا اور کلمات غریبہ کا استخراج کیا اور ان کو مدون بھی کیا جیسا کہ ابوعبیدہ احمد بن محمد ھروی وغیرہ نے اس کام کو سرانجام دیا،

اور کچھ محدثین نے ان احادیث کا استخراج کیا جو ترغیب وترہیب کو شامل تھیں اور ان آحادیث کا استخراج بھی کیا جو احکام شرعیہ کو شامل تھیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کو مدون بھی کیا اور فقط ان آحادیث کے متون کو ذکر فرمایا جیسا کہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ نے کتاب المصابیح میں اس انداز کو اختیار فرمایا،

خلاصہ کلام یہ کہ ان محدثین کے علاوہ کی کتب اور ان کے اغراض کے اختلاف اور ان کے مقاصد کی چھان بین کرنا شروع ہوں تو خطبہ اتنا

طویل ہو جائے گا کہ جس کی کوئی حد نہ رہے گی۔

تدوین حدیث کی حاجت کب پیش آئی:

جب اسلام پھیل گیااور اسلامی شہر بڑھ گئےاور صحابہ کرام مختلف ملکوں وشہروں میں چلے گئےاور فتوحات بڑھ گئی اور بڑے بڑے صحابہ کرام دنیا سے کوچ کرنے لگےاور ان کے اصحاب وتبعین متفرق ہونے لگےاور حفظ وضبط کم ہوگیاتو علماء کرام حدیث کی تدوین اور اس کو لکھنے کی طرف محتاج ہوئے "مصنف فرماتے ہیں میری عمر کی قسم اصل معاملہ یہ ہی ہے "کہ دل غافل کردیتااور ذہن غائب کردیتااور ذکرا کتادیتا ہے جبکہ قلم محفوظ کرلیتااور یادرکھتا ہے پس یہ معاملہ آئمہ کرام کی ایک جماعت تک آن پہنچا جیسے عبدالملک بن جریج اور مالک بن انس وغیرہ جو اس زمانے میں تھے پس ان حضرات نے آحادیث کو مدون کیا یہاں تک کہ کہا گیااسلام میں سب سے پہلے ابن جریج کی کتاب تصنیف ہوئی اور ایک قول ہے کہ امام مالک کی موطا تصنیف ہوئی اور ایک قول ہے کہ بصرہ میں سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے کتاب تصنیف کی پھر حدیث کو جمع کرنا اور مدون کرنااور اس کو اجزاءوکتب میں لکھنا پھیل گیا یہاں تک یہ کام بڑھ گیااور اس کا نفع امامین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری تک جا پہنچا پس امامین نے بھی حدیث کی کتاب کو مدون کیااور اس میں قطعی آحادیث کو لکھااور جن کی نقل ان کے ہاں ثابت تھی ان کو بھی درج فرمایااور اپنی کتاب کا نام الصحیح من الحدیث رکھااور اس نام کا ان پر اطلاق بھی کیااور یہ پہلی ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنی کتابوں کا یہ نام رکھا۔

امام بخاری وامام مسلم:

احادیث کو لینے کے بارے میں امام بخاری وامام مسلم رحمھمااللہ دونوں سچے اور جوانہوں نے گمان کیااس میں دونوں اچھے تھے جنھی اللہ تعالٰی نے ان کو زمین کے شرق وغرب اور خشک وترزمین میں اچھی مقبولیت سے نوازاان کے قول کی تصدیق اور ان کی کتابوں کی ساعت کے لئے لوگوں کو جھکنا ظاہر ہے کہ اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں پھر تصنیف وجمع اور تالیف کی اس قسم کا انتشار بڑھ گیااور لوگوں کی اغراض متفرق ہوگئی اور ان کے مقاصد مختلف ہوگئے یہاں تک یہ امام بخاری وامام مسلم کا یہ زمانہ ختم ہوگیا بہر حال علماء کی ایک جماعت نے احادیث کو جمع وتالیف کیا جیسے ابوعیسی ترمذی اور ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی وابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ اتنے علماء ہیں کہ جن کا شمار کرناممکن نہیں اور یہ زمانہ اس علم کو حاصل کرنے میں تمام زمانوں کا نچوڑ تھا پھر اس کے بعد یہ طلب کم ہوتی گئی اور یہ حرص بھی کم ہونے لگی اور یہ ہمت وجزبات بھی سست ہوگئے اسی طرح علوم وصنائع ودول میں سے ہر نوع آہستہ آہستہ بڑھنا ہوناشروع ہوگئی اور ہمیشہ بڑھتی اور زیادہ ہوتی رہی یہاں تک کہ اپنی انتہاء کو جا پہنچی اور اس علم کی انتہاء امام بخاری ومسلم اور ان کے ہم عصر کے زمانے تک جا پہنچی پھر ہمارے زمانے تک کم ہوتی گئی اور عنقریب اس کمی میں بھی اضافہ ہوجائے گااور جزبات بھی کم ہوجائے گے۔

خلافت عمر بن عبدالعزیز میں سب سے پہلے حدیث کی تدوین فرمانے والے:

امام سیوطی رحمۃاللہ علیہ اپنی کتاب الوسائل الی معرفۃ الاوائل میں فرماتے ہیں کہ خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں آپ کے حکم سے سب سے پہلے حدیث کو مدون کرنے والے ابن شہاب زہری ہیں حافظ بن حجر نے اسی بات کو شرح صحیح البخاری میں بھی بیان فرمایااور ابو

نعیم حلیۃ میں امام مالک بن انس کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اس علم کو مدون کرنے والے ابن شہاب ہیں،امام مالک الموطا میں محمد بن حسن سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جوانہوں نے یحی بن سعید سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کی طرف خط لکھا کہ آپ حدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یا حدیث عمر میں غور وفکر فرمائے اوران کو لکھ لیجئے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا خوف ہے۔

سب سے پہلے حدیث کو لکھنے اور ابواب کی صورت میں مرتب کرنے والے

(1) مدینہ شریف میں سب سے پہلے حدیث کو لکھنے اوراس کو ابواب کی صورت میں ترتیب دینے والے امام مالک ہیں،

(2)اور مکہ میں ابن جریج ہیں،

(3) جبکہ بصرہ میں ربیع بن صبیح یا سعید بن ابو عروبہ یا حماد بن سلمہ میں ہیں،

(4)اور کوفہ میں تو حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں،

(5)اور شام میں امام اوزاعی ہیں،

(6)اور واسط میں ہشیم،

(7)اور یمن میں معمر،

(8) جبکہ رے میں جریر بن عبدالحمید،

(9)اور خراسان میں ابن مبارک ہیں حافظ ابن حجراور حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ یہ سب محدثین ہم عصر تھے لیکن ان میں سے کون سابق ہے یہ معلوم نہ ہوسکااور یہ کام تقریبا ایک سو چالیس ہجری کے قریب قریب میں ہوا۔

دوسو ہجری کے آخر میں احادیث مسندہ کو لکھنے والے چند افراد کے اسماء

(1) دوسو ہجری کے آخر میں موقوفات ومقاطیع کو چھوڑ کر فقط احادیث مسندہ کو لکھنے والی کوفہ میں پہلی شخصیت عبیداللہ بن موسیٰ تھے،

(2)اور بصرہ میں مسدد تھے،

(3)اور مصر میں اسد بن موسیٰ اموی اور نعیم بن حماد خزاعی تھے۔

بہر حال ان میں سے سب سے پہلے کس نے مسند لکھی اس بارے میں اختلاف ہے پس دار قطنی فرماتے ہیں کہ نعیم نے لکھی اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ اسد بن موسیٰ نے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ عبیداللہ نے اور عقیلی فرماتے ہیں کہ یحی حمانی نے اور ابن عدی تو کہتے ہیں کہ کوفہ میں سے سب پہلے عبیداللہ نے اور بصرہ میں سب سے پہلے مسند لکھنے والے مسدد ہیں اور مصر میں اسد ہیں اور یہ حضرت مذکورہ دونوں حضرات سے مقدم ہیں اور وفات پانے کے اعتبار سے بھی مقدم ہیں،اور الصحیح المجرد البخاری میں سب سے پہلے جس نے تصنیف کی اس بارے میں ابن صلاح نے ذکر فرمایا ہے اور مجرد کہہ کر اس سے احتراز ہو گیا کو مؤطا سے زائد ہے کہ اس میں بھی صحیح احادیث ہیں لیکن یہ کتاب

موقوف ومقاطع پر بھی مشتمل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کتابت احادیث:

تنویر الحوالك على المؤطا مالك للسیوطی میں ہے کہ ھروی نے ذم الکلام میں امام زھری کے حوالے سے بیان فرمایا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آحادیث لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے مشورہ طلب کیا تو ان میں سے اکثر نے تو اس کام کو بجالانے کا مشورہ پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ماہ ٹھہرے رہے اور اس بارے میں شک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مشورہ واستخارہ کرتے رہے پھر ایک دن اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے آپ کو پختہ فرمادیا تو آپ نے فرمایا:

بیشک میں نے تم سے کتاب السنن کا تذکرہ کیا جس کے بارے میں تم جانتے بھی ہو پھر میں نے اس بارے میں غور کیا پس تم سے پہلے اہل کتاب میں سے کچھ لوگوں نے بھی کتاب اللہ کے ساتھ ایک کتاب لکھی تھی تو وہ اسی کی طرف مائل ہوگئے اور کتاب اللہ کو ترک کردیا بیشک اللہ کی قسم میں کتاب اللہ کو کسی بھی شے کے ساتھ ملتبس نہیں کروں گا تو آپ نے کتاب السنن کو لکھنے کا ارادہ ترک فرمادیا۔

ابن سعد طبقات میں فرماتے ہیں کہ ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے خبر دی اور ان کو سفیان نے معمر سے اور معمر نے امام زہری سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث کو لکھنے کا ارادہ فرمایا پس آپ نے اس بارے میں ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا پھر ایک دن وہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس معاملے میں پختہ فرمادیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ایسی قوم کا ذکر پڑھا جنہوں نے ایک کتاب کو لکھا اور وہ اسی کی طرف متوجہ ہوگئے اور انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔

کیا صحابہ کرام اور تابعین آحادیث کو لکھا کرتے تھے؟

حضرت ھروی یحیٰ بن سعید اور وہ عبداللہ بن دینار کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین احادیث کو لکھا نہ کرتے تھے بلکہ فقط الفاظ احادیث کو ادا کر دیا کرتے تھے اور کتاب الصدقات کے علاوہ کو یاد کرنے پر اکتفاء فرمایا کرتے تھے۔

اور آسان شے جس پر محقق چھان بین کے بعد واقف ہوگا وہ یہ کہ یہاں تک کہ علوم کے مٹ جانے کا خوف ہوا اور علماء بہت جلد وفات پانے لگے تو امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابو بکر حزمی کی طرف خط لکھا اور ان کو حکم دیا کہ آپ سنت اور حدیث عمر کی طرف متوجہ ہوں اور ان کو لکھ لیجئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور کتابت آحادیث:

امام مالک المؤطا میں محمد بن حسن سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو انہوں نے یحیٰ بن سعید سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کی طرف خط لکھا کہ آپ حدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں غور وفکر فرمائے اور ان کو لکھ لیجئے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا خوف ہے، اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقا ابو نعیم نے تاریخ اصبھان میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تمام علاقوں میں خط لکھا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں غور وفکر کرو اور ان کو جمع کرو، اور ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں ابن وھب کے طریق سے یوں بیان فرمایا کہ میں امام مالک کو

فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مختلف خطوں کی طرف خط لکھا کرتے اور ان کو فقہ واحادیث کی تلقین فرمایا کرتے اور آپ نے مدینہ شریف کی طرف خط لکھا اور ان سے جو کچھ گزر گیا اس بارے میں پوچھ گوچھ کی اور ان کے پاس جو علم تھا اسے لوگوں کو سکھانے کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ ابو بکر بن حزم کی طرف یہ خط لکھا کرتے کہ احادیث کو جمع کرو پس آپ یوں ہی خط لکھ کر بھیجتے رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی جبکہ ابن حزم ایک کتاب لکھ چکے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف بھیجنے سے پہلے،

اور تنویر الحوالك میں بھی اسی طرح منقول ہے نیز ابو طالب مکی رحمہ اللہ قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ یہ تصانیف ایک سو بیس یا تیس ہجری کے بعد ظاہر ہوئیں۔

اسلام میں آثار کے بارے میں سب سے پہلی تصنیف:

اسلام میں آثار اور تفاسیر کے حروف کے بارے میں لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب ابن جریج کی ہے، پھر یمن میں معمر بن راشد کی کتاب ہے اس میں آپ نے پھیلی ہوئی مبوب احادیث کو جمع فرمایا پھر مدینہ شریف میں امام مالک کی مؤطا ہے پھر ابن عیینہ نے متفرق احادیث اور قرآن کے حروفوں کے بارے میں کتاب الجامع والتفسیر لکھی اسی طرح اس عرصے میں سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بھی مواد جمع کیا اور اس کو تصنیف کیا اور ایک قول کے مطابق اس کو ایک سو ساٹھ ہجری میں لکھا گیا۔

چوتھا فائدہ

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول قول کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب المؤطا ہے اور جمہور محدثین کا قول کہ اصح الکتب بخاری شریف ہے اور پھر مسلم شریف ان دونوں میں تعارض کا شبہ پیدا ہوتا ہے،

محدثین کے نزدیک سب سے اعلیٰ درجے کی آحادیث:

جمہور محدثین کے ہاں صحت کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ درجے کی وہ آحادیث ہیں جن پر شیخین متفق ہوں پھر وہ جس میں امام بخاری منفرد ہوں پھر جس میں امام مسلم منفرد ہوں پھر جو ان دونوں کی شرطوں پر ہو پھر وہ جو امام بخاری کی شرط پر ہو پھر جو امام مسلم کی شرط پر ہو پھر باقی صحاح اپنے اپنے درجات کے اعتبار سے۔

مسلم شریف افضل یا بخاری شریف:

محدثین میں سے کسی ایک نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دی ہے،

پس اگر تو اس کی مراد صحت کے اعتبار سے افضل ہے تب تو یہ غلط ہے اور اگر کسی دوسری وجہ سے فضیلت دی ہے تو یہ بحث جداگانہ ہے جو اس بحث سے خارج ہے اور امام ابن ہمام رحمہ اللہ ھدایہ کے حاشیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ اس مقام میں بہت کلام و قیل قال ہے لیکن اس قیل وقال کو دقت نظر کے بعد علماء کے ہاں مندفع کر دیا گیا ہے اور اس موضوع کی تفصیل شروح الالفیہ اور شروح شرح النخبة و دراسات اللبیب فی الاسوة الحسنة بالحبیب میں مذکور ہے اور اس کا جواب امام سخاوی کی کتاب فتح المغیث شرح الفیة الحدیث اور امام سیوطی شافعی کی تقریب الراوی اور ان کے علاوہ کتب میں دیا گیا ہے کہ امام شافعی کا یہ فرمان بخاری و مسلم کے لکھے جانے سے پہلے کا ہے۔

امام شافعی کا فرمان:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری کے مقدمہ میں مقدمۃ ابن الصلاح کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے امام شافعی سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں:

میں روئے زمین میں علم کے اعتبار سے کوئی ایسی کتاب نہیں جانتا جو امام مالک کی کتاب سے زیادہ درست ہو اور بعض نے ان الفاظ کے علاوہ اصح المؤطا لفظ کو روایت کیا ہے اور آپ نے فرمایا کہ امام شافعی کا یہ فرمان بخاری اور مسلم شریف سے پہلے کا ہے تو جب یہ وجود میں آئیں تو مؤطا اور مسلم شریف اصح کتاب بخاری شریف بن گئی اور بخاری شریف میں ان کی بنسبت فوائد بھی زیادہ ہیں۔

بخاری شریف کے مؤطا امام مالک پر افضل ہونے کی وجہ:

بعض آئمہ محدثین نے بخاری شریف کی امام مالک کی کتاب مؤطا پر فضیلت پر اعتراض کیا ہے باوجود

صحت وتثبت اور تحری میں مبالغہ آرائی میں مشترک ہونے کے،اور بخاری شریف میں زیادہ آحادیث کے ہونے کی وجہ سے افضیلت صحت لازم نہیں آتی؟

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ فضیلت صحت کی شرائط پر محمول ہے پس امام مالک رحمہ اللہ اسناد میں انقطاع کو قدح شمار نہیں کرتے اسی وجہ سے آپ اپنی کتاب کے اصل موضوع میں مراسیل ومنقطعات اور بلاغات کو بھی ذکر فرمادیتے، جبکہ امام بخاری انقطاع کو علت شمار کرتے ہیں اسی وجہ سے آپ رحمہ اللہ منقطع کو اپ ی کتاب کے اصل موضوع کے علاوہ میں ہی ان کو ذکر فرماتے جیسے تعلیقات وتراجم وغیرہ اور اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ منقطع اگرچہ ایک قوم کے ہاں مستدل بہ ہے یعنی اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے تو متصل تو اس سے زیادہ قوی ہوئی جب کہ دونوں رواتیں عدالت وحفظ میں مشترک ہوں،

پس اس بات سے صحیح بخاری کی فضیلت واضح ہوگئی اور اس بات کو ملحوظ خاطر رکھے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مؤطا پر فضیلت صحت کا اطلاق اپنے زمانے میں موجود جوامع کی بنسبت کیا تھا جیسے جامع سفیان ثوری اور مصنف حماد بن سلمہ وغیرہ اور یہ مؤطا کی بقیہ پر فضیلت ایسے مسلم ومثبت ہے جس میں کوئی نزاع والی بات نہیں۔

باب وقوت الصلاۃ

حدیث نمبر 1 : امام محمد بن حسن نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی جناب مالک بن انس نے اور انہوں نے بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام یزید بن زیاد سے اور انہوں نے حضور ﷺ کی زوجہ ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن رافع سے اور انہوں نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ

انہوں نے یعنی حضرت رافع نے حضرت ابو ھریرہ سے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا تو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں تمہیں اس بارے میں خبر دیتا ہوں کہ جب تمہارا سایہ ایک مثل ہو تو تم نماز ظہر پڑھو اور جب تمہارا سایہ دو مثل ہو تو تم نماز عصر ادا کرو اور جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب بجالاؤ اور تمہارے اور رات کے تہائی حصے میں جو وقت ہے اس میں نماز عشاء قائم کرو پس اگر تم نصف رات تک سو جاؤ تو تمہاری آنکھیں نہ سوئے (یعنی نصف رات سے زیادہ نہ سونا) اور نماز فجر اندھیرے میں پڑھو۔

قال محمد : نماز عصر کے بارے میں امام اعظم کا یہی قول ہے اور آپ نماز فجر میں اسفار یعنی خوب سفید کر کے پڑھنے کے قائل تھے یعنی اس کو مستحب سمجھتے تھے۔

سوال نمبر 1: حدیث کی روشنی میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان فرمائیں؟

جواب: اوپر مذکور حدیث پاک جواب ہے۔

سوال نمبر 2: نماز ظہر وعصر کے اوقات اور نماز فجر کے مستحب وقت کے بارے میں امام اعظم کا مؤقف بیان فرمائیں؟

جواب: امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں:

نماز ظہر کا اول وقت: جب سورج زائل ہو جائے، یاد رہے تمام آئمہ کا اسی پر اتفاق ہے

نماز ظہر کا آخری وقت: جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے۔

نماز عصر کا اول وقت: جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے۔

نماز فجر کا مستحب وقت: نماز فجر کو خوب سفید کر کے پڑھنا۔

سوال نمبر 3: نماز ظہر وعصر کے وقت کے بارے میں صاحبین کا مؤقف بیان فرمائیں؟

جواب: صاحبین کے نزدیک:

نماز ظہر کا آخری وقت: جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے۔

نماز عصر کا اول وقت: جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے۔

سوال نمبر 4: وصل الصبح بغلس مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک : نماز فجر کو خوب سفید کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

امام اعظم کی دلیل 1: حضور ﷺ نے فرمایا اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی نماز فجر کو خوب سفید کر کے پڑھو کہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

امام اعظم کی دلیل 2: نوروا بالفجر فانہ اعظم للاجر -

حدیث نمبر2: ہمیں خبر دی جناب امام مالک نے اور امام مالک نے فرمایا کہ مجھے خبر دی ابن شہاب زہری نے حضرت عروہ سے روایت کرتے ہوئے کہ حضرت عروہ نے فرمایا مجھے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ :

حضور ﷺ نماز عصر ادا فرمایا کرتے درانحال کہ سورج حجرے میں ہوتا (یعنی اس کی روشنی) قبل اس کے ظاہر ہوئے (یعنی سورج کی روشنی کے دیواروں پر بلند ہونے سے پہلے حضور ﷺ نماز ادا فرمالیا کرتے تھے)۔

سوال نمبر5: كان يصلى العصر والشمس فى حجرتها قبل ان تظهر یہ حدیث نماز عصر کے جلدی ادا کرنے پر دلیل ہے یا تاخیر سے ادا کرنے پر وضاحت فرمائیں ؟

جواب: امام طحاوی فرماتے ہیں : یہ حدیث پاک نماز عصر کی تعجیل پر دلالت نہیں کرتی اس وجہ سے کہ حجرے کی دیوارے چھوٹی تھیں تو سورج ان دیواروں سے قرب غروب ہی غائب ہوتا تھا لہذا یہ حدیث تو نماز عصر کو مؤخر کرنے پر دلیل ہے۔

حدیث نمبر3: حضرت انس بن مالک نے فرمایا :

ہم نماز عصر ادا کر لیتے پھر جانے والا مسجد قباء کی طرف جاتا پس جب وہ ان کے پاس پہنچتا تھا تو سورج بلند ہوتا تھا۔

حدیث نمبر4: حضرت انس بن مالک نے فرمایا :

ہم نماز عصر ادا کر لیتے پھر کوئی شخص جس نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر لی ہوتی وہ بنی عمرو بن عوف کی طرف جاتا تو انہیں نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا تھا۔

سوال نمبر6 : نماز عصر کو جلدی پڑھنے پر دو حدیثیں اور احناف کی طرف سے ان کا جواب بیان فرمائیں ؟

جواب: مذکورہ دونوں حدیثیں جو حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں نماز عصر کو جلدی پڑھنے پر دال ہیں۔

پہلی حدیث کا جواب : حدیث کے اس ٹکڑے (والشّمس مرتفعۃ) سے نماز عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا ثابت ہوتا ہے کہ بلند ہونے سے مراد ہے سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ ظاہر ہوتا جیسے کہ حدیث پاک کے سیاق سے ظاہر ہے کہ ارتفاع یعنی بلند ہونے سے مراد ان کی نماز وقت اختیار کے آخر میں سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہوا کرتی تھی۔

دوسری حدیث کا جواب : یہ حدیث تو نماز عصر کو مؤخر کرنے پر دلالت کر رہی ہے کہ بنی عمرو بن عوف اور اہل قباء وغیرہ کے تمام صحابہ میں نماز عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا معروف تھا اور اسی وجہ سے وہ اس نماز کو مؤخر کیا کرتے کیونکہ یہ لوگ کھیتی باڑی اور دیگر کاموں میں مشغول ہوتے تو جب فارغ ہوتے تو طہارت کا اہتمام کر کے سب نماز عصر کے لئے جمع ہو جایا کرتے تھے۔

سوال نمبر7: نماز عصر کو ادا کرنے کے حوالے سے امام محمد کیا فرماتے ہیں ؟

جواب: امام محمد نے فرمایا : ہمارے نزدیک نماز عصر کو مؤخر کرنا جلدی پڑھنے سے افضل ہے لہذا جب سورج بلکل صاف شفاف ہو اس میں زردی داخل نہ ہوئی ہو اس وقت نماز عصر ادا کی جائے اور یہ ہی امام اعظم کا مؤقف ہے۔

سوال نمبر8: وبذلك اى تاخير العصر جاءت عامة الآثار اس عبارت کی وضاحت فرمائیں ؟

جواب: نماز عصر کی تاخیر پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے کئی ایک آحادیث مروی ہیں کہ متقدمین کی اصطلاح میں لفظ اثر کا اطلاق مرفوع اور موقوف دونوں پر ہوتا ہے۔

باب القراءة فی الصلاة خلف الامام

حدیث نمبر 5: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ :

حضور ﷺ جہری نماز سے پلٹے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے ؟

تو ایک شخص نے عرض کی !

جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے کی ہے ‘

تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے کیا ہوا ہے کہ قرآن کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کیا جارہا ہے پس جب سے لوگوں نے یہ سنا تو جہری نمازوں میں حضور ﷺ کے ساتھ قراءت کرنے سے رک گئے۔

سوال نمبر 9: امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق آئمہ اربعہ کا مؤقف مع دلائل بیان فرمائیں ؟

جواب: امام مالک کا مؤقف : سری نمازوں میں قراءت کی جائے گی جبکہ جہری نمازوں میں نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی کا مؤقف : اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں :

پہلا قول عراق میں : سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کی جائے گی جبکہ جہری نمازوں میں نہیں کی جائے گی۔

دوسرا قول مصر میں : سری وجہری نمازوں میں مقتدی سورت فاتحہ کی قراءت کرے گا۔

امام احمد بن حنبل کا مؤقف : آپ کا بھی امام مالک والا مؤقف ہے لیکن آپ کے نزدیک اگر جہری نماز میں مقتدی کو امام کی آواز نہ سنائی دے تو یہ قراءت کرے گا۔

امام احمد وامام مالک اور امام شافعی کی دلیل :

قرآن سے دلیل : اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ہے۔

اس آیت کا شان نزول : ابن عباس نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھائی تو ایک قوم نے آپ کے پیچھے قراءت کی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حدیث پاک سے دلیل : ابوداود کی حدیث پاک ہے اذا قرء الامام فانصتوا -

امام شافعی رحمہ اللہ کی دوسرے قول پر دلیل : حضور ﷺ نے فرمایا : لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔

امام اعظم وصاحبین کا مؤقف : امام کے پیچھے مطلقًا قراءت نہیں کی جائے گی چاہے سری نماز ہو یا جہری کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل : حدیث پاک میں ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

حدیث نمبر 6: حضرت نافع کہتے ہیں کہ :

جب حضرت ابن عمر سے سوال کیا گیا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہے ؟
توفرمایا جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت ہی کافی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے ساتھ قراءت نہیں فرمایا کرتے تھے۔

سوال نمبر10: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں قراءت کے متعلق مؤقف بیان فرمائیں؟

جواب: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سری وجہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کا رواں نہ سمجھتے تھے۔

حدیث نمبر7: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ :
جس نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں ام القرآن کی قراءت نہ کی تو اس نے نماز نہ پڑھی مگر کہ وہ امام کے پیچھے ہو (یعنی اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی کیونکہ قراءت جو ایک رکن ہے اس کو ترک کردیا ہاں امام کے پیچھے اگر فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہو جائے گی)۔

سوال نمبر11: مذکورہ حدیث پاک میں لفظ ام القرآن کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں ام القرآن سے مراد سورۃ فاتحہ ہے اور اسے کئی وجوہات ام القرآن کہا جاتا ہے کہ :
(1) کیونکہ یہ قرآن کی اصل ہے (2) کیونکہ مصاحف کے لکھنے کی ابتدا اسی سے کی جاتی ہے
(3) نماز کی ابتدا اسے سے کی جاتی ہے (4) کیونکہ یہ کئی اہم مسائل پر مشتمل ہے جیسے ثناء و وعد و وعید اور ذات و صفات کا ذکر وغیرہ۔

حدیث نمبر8: ہشام بن زھرہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سائب فرماتے ہیں کہ :
میں نے حضرت ابو ھریرہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ :
جس نے نماز پڑھی اور اس میں فاتحہ کی قراءت نہ کی تو وہ نماز ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے کامل نہیں تو حضرت ابو سائب کہتے ہیں میں حضرت ابو ھریرہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ
بعض اوقات میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو؟
حضرت ابو سائب کہتے ہیں حضرت ابو ھریرہ نے میری کلائی پکڑی اور فرمایا اے فارسی یعنی عجمی تو اس وقت اپنے دل میں پڑھ لے بیشک میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے مابین دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے' پس اس کا نصف میرے لئے ہے اور نصف میرے بندے کے لئے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جس کا اس نے سوال کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : قراءت کیا کرو'

بندہ کہتا ہے : الحمد اللہ رب العالمین،
تو اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی'
اور بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم،
تو اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی'

اور بندہ کہتا ہے مالك یوم الدین،

تو اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی '

بندہ کہتا ہے ایاك نعبد وایاك نستعین پس یہ آیت میرے اور میرے بندے کے مابین ہے تو میرے بندے کے لئے وہ ہے جس کا اس نے سوال کیا ہے یعنی مدد '

بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین پس یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جس کا اس نے سوال کیا ہے یعنی ھدایت۔

سوال نمبر12:قال فغمزذراعی وقال یافارسی اقرء بھافی نفسك اس عبارت کی وضاحت فرمائیں ؟

جواب: حضرت ابو سائب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری کلائی پکڑی '

علامہ باجی کہتے ہیں حضرت ابو ھریرہ نے ایسا ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے کیا۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : اے فارسی یعنی اے عجمی

اپنے دل میں پڑھو یعنی جب امام قراءت کرے تو دل میں ہی غور و فکر کرو۔

سوال نمبر13:امام کے پیچھے قراءت کے متعلق امام محمد کا مؤقف واضح فرمائیں ؟

جواب:امام محمد فرماتے ہیں : امام کے پیچھے نہ سری نمازوں میں قراءت ہے نہ جھری میں اور یہ ہی امام اعظم رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔

سوال نمبر14:بذلك ای قراۃ خلف الامام جاءت عامۃ الاثار تین آثار بیان فرمائیں ؟

جواب:اثر نمبر1 : حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں : کسی نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کی جائے گی۔

اثر نمبر2 : مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : جس نے امام کے پیچھے قراءت کی تحقیق اس نے فطرت کی خلاف ورزی کی۔

اثر نمبر3 : حضرت عبد اللہ بن مقسم فرماتے ہیں : میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا

کیا نماز ظھر و عصر میں امام کے پیچھے قراءت کی جائے گی ؟

تو فرمایا نہیں !

حدیث نمبر9: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

حدیث نمبر10: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

حدیث نمبر11: حضرت جابر بن عبد اللہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے :

جو امام کے پیچھے نماز پڑھے پس امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے یعنی مقتدی کو قراءت کرنے کی حاجت نہیں۔

حدیث نمبر12: حضرت جابر بن عبد اللہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا : جو امام کے پیچھے نماز پڑھے پس امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

سوال نمبر15:امام کے پیچھے قراءت کرنے کے متعلق تین مرفوع آحادیث بیان فرمائیں؟

جواب:اوپر مذکورہ آحادیث۔

حدیث نمبر13: حضرت سالم عبداللہ بن عمر نے فرمایا:

حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے حضرت اسامہ کہتے ہیں میں نے قاسم بن محمد سے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اگر تم نے ترک کیا تو تحقیق اسے ان لوگوں نے ترک کیا جن کی اقتداء کی جاتی ہے یعنی صحابہ کرام علیھم الرضوان اور اگر تم قراءت کروگے تو تحقیق ان لوگوں نے بھی قراءت کی جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں حضرت قاسم بھی ان میں سے تھے جو قراءت نہیں کرتے تھے۔

سوال نمبر16: وکان القاسم ممن لایقراء کیا حضرت قاسم امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے نیز آپ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو کیا سمجھتے تھے؟

جواب:آپ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے اور ملا علی قاری فرماتے ہیں لیکن آپ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو جائز سمجھتے تھے۔

حدیث نمبر14: حضرت ابو وائل نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کے پیچھے قراءت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا خاموش رہو بیشک نماز میں مشغولیت ہے تمہیں تمہارے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

حدیث نمبر15: حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جہری اور سری نمازوں کی پہلی دو اور آخری دو میں قراءت نہیں کرتے تھے اور جب اکیلے نماز پڑھی تو آپ نے پہلی دو میں قراءت کی اور آخری دو میں آپ نے کچھ نہ پڑھا۔

حدیث نمبر16: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بیشک نماز میں مشغولیت ہے اور تمہیں امام ہی کافی ہے

حدیث نمبر17: حضرت علقمہ بن قیس نے فرمایا: انگارے کو چبانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں یعنی امام کے پیچھے قراءت کرنے سے زیادہ بہتر میں انگارے کو منہ میں لے لوں۔

سوال نمبر17:امام کے پیچھے قراءت کے متعلق صحابہ وتابعین کے کم از کم تین آثار بیان فرمائیں؟

جواب:اوپر مذکور آثار اس کا جواب ہے۔

حدیث نمبر18: حضرت ابراہیم نے فرمایا:

بیشک سب سے پہلے جس نے امام کے پیچھے قراءت کی وہ متہم شخص تھا یعنی اسے تہمت لگائی گئی تھی۔

سوال نمبر18:سب سے پہلے امام کے پیچھے کس نے قراءت کی؟

جواب:سب سے پہلے امام کے پیچھے قراءت متہم شخص نے کی' ملا علی قاری فرماتے ہیں اس پر بدعت یا ریاکار ہونے کی تہمت لگائی گئی تھی۔

حدیث نمبر19: حضرت عبداللہ بن شداد بن ھاد نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کی امامت فرمائی تو ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی تو جوان کے ساتھ صاحب تھے انہوں نے اس کو کہنی ماری یعنی چپ رہنے کا اشارہ کیا تو جب نماز پڑھ لی اس شخص نے کہا تم نے مجھے کہنی کیوں ماری؟

توکہا رسول اللہ ﷺ تمہارے سامنے تھے تو میں نے ناپسند کیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کرو تو اس معاملے کو رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا جس کے لئے امام ہو تو امام کی قراءت ہی اسے کافی ہے۔

حدیث نمبر20: حضرت سعد نے فرمایا:

مجھے یہ بات پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

حدیث نمبر21: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کاش جو امام کے پیچھے قراءت کرتا اس کے منہ میں پتھر ہوتا۔

سوال نمبر19: مذکورہ دونوں حدیثوں پہ ہونے والے اعتراض وجواب کو واضح فرمائیے؟

جواب:

اعتراض: جمرۃ اللہ کے عذاب میں سے ہے اور کسی کے لئے اللہ کے عذاب کی بد دعا کرنا تو ممنوع ہے اور حدیث پاک میں بھی منع کیا گیا تو حضرت سعد نے ایسا کیوں فرمایا؟

جواب: حضرت سعد نے ایسا فقط تہدیداً و تشدیداً ایسا فرمایا۔

اسی طرح فاروق اعظم کا فرمان بھی بطور تہدیدا اور تشدیداً کے ہے۔

حدیث نمبر22: زید بن ثابت نے فرمایا:

جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی کوئی نماز نہیں (یعنی اس کی نماز کامل نہیں ہوئی ہاں فرض ادا ہو گیا)۔

باب صلاۃ الخوف

حدیث نمبر23: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز خوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

امام اور لوگوں کا ایک گروہ آگے آ جائے اور امام ان کو ایک رکعت پڑھائے'

اور دوسرا گروہ دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہو اور وہ نماز نہ پڑھے اور جب امام کے ساتھ والا گروہ ایک رکعت پڑھ لے تو یہ ان کی جگہ پر چلے جائیں جنہوں نے ابھی نماز ادا نہیں کی اور یہ جانے والے سلام نہ پھیرے'

اور وہ آگے آئے جنہوں نے نماز ادا نہیں کی پس یہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر تشہد وسلام کے بعد امام پھر جائے کہ اس نے دو رکعت ادا کرلی'

پھر دونوں گروہوں میں سے ہر ایک امام کے پھرنے کے بعد اپنی اپنی ایک ایک رکعت ادا کرلیں پس ہر گروہ نے دو رکعتیں ادا کرلی'

اور اگر خوف بڑھ جائے تو پیدل اپنے قدموں کے بل کھڑے ہو کر یا سواری پر قبلہ کی طرف یا غیر قبلہ طرف منہ کر کے نماز ادا کریں'

حضرت نافع نے فرمایا: میرا یہ ہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے یہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ہی بیان کیا ہوگا۔

سوال نمبر20: نماز خوف کب مشروع ہوئی؟

جواب: نماز خوف پانچ ہجری غزوہ ذات الرقاع میں مشروع ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوہ بنو نضیر میں مشروع ہوئی۔

سوال نمبر21: نماز خوف کے مذکورہ طریقے کو کس امام نے اختیار کیا اور کس نے نہیں کیا؟

جواب: حدیث میں مذکور طریقے کو امام محمد اور امام اعظم نے اختیار فرمایا ہے جبکہ امام مالک اس طریقے کو نہیں لیتے۔

سوال نمبر22: نماز خوف کا طریقہ بیان فرمائیں؟

جواب: صلاۃ الخوف کا طریقہ یہ ہے کہ امام اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرے، پھر لشکر کا ایک حصہ امام کی اقتدا میں ہو جبکہ دوسرا حصہ دشمنوں کے سامنے۔ پہلا حصہ امام کی اقتدا میں دو رکعت والی نماز ہونے کی صورت میں پہلی رکعت پڑھے (یعنی سجدے تک) اور دو سے زیادہ رکعت والی نماز ہونے کی صورت میں شروع کی دو رکعتیں پڑھے (یعنی قعدۂ اولی کے تشہد تک)؛ پھر یہ پہلا حصہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے پیچھے مسبوق بن کر اقتدا کرے۔ دوسرا حصہ امام کی نماز مکمل ہونے پر امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے سامنے چلا جائے اور پہلا حصہ نماز کی جگہ لوٹ آئے اور لاحق کی حیثیت سے نماز مکمل کرے (یعنی بقیہ نماز میں قراءت نہ کرے)۔ پہلے حصے کے نماز مکمل کرنے کے بعد یہ حصہ دشمن کے سامنے جائے اور دوسرا حصہ نماز کی جگہ آکر مسبوق کی حیثیت سے نماز مکمل کرے۔

سوال نمبر23: مالکیہ کے نزدیک غیر قبلہ کی طرف نماز خوف کب جائز ہے؟

جواب: ان کے نزدیک جب وقت نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو نماز خوف جس طرف چاہے منہ کر کے پڑھی جاسکتی ہے۔

ابواب الجنائز

باب المرءۃ تغسل زوجھا

حدیث نمبر12: عبداللہ بن ابو بکر نے فرمایا:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے غسل دیا پس آپ غسل کھانے سے باہر تشریف لائی تو وہاں حاضر مہاجرین سے آپ نے اس بارے میں سوال کیا،

کہ میں روزے دار ہوں اور آج سردی بھی بہت زیادہ ہے تو کیا مجھ پر غسل لازم ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا لایعنی میت کو غسل دینے سے غسل لازم نہیں ہوتا۔

سوال نمبر24: کیا عورت اپنے زوج کو غسل دے سکتی ہے مع وجہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: جی ہاں عورت اپنے زوج کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ عورت ابھی عدت میں ہوتی ہے۔

سوال نمبر25: کیا مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے مع وجہ اور اختلاف آئمہ بھی بیان فرمائیں؟

جواب: مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا کیونکہ بیوی کے فوت ہوتے ہی اس کا نکاح ٹوٹ گیا اب یہ اس کے لئے مثل اجنبیہ کے ہے۔

یہ مؤقف امام اعظم کا ہے جبکہ امام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل کے ہاں مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔

سوال نمبر26: کیا میت کو غسل دینے سے غسل یا وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے امام محمد اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: امام محمد فرماتے ہیں کہ میت کو غسل دینے سے بندے پر نہ غسل لازم ہوتا ہے اور نہ وضوء ہاں میت کے پانی سے چھینٹے وغیرہ لگ جائیں تو انہیں دھولے۔

باب مایکفن بہ المیت

حدیث نمبر24: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

میت کو قمیص اور ازار پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے کے ساتھ لپیٹا جائے پس اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اسی میں کفن دے دیا جائے۔

سوال نمبر27: مرد کا کفن سنت اور کفن ضرورت بیان فرمائیں؟

جواب: مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص

کفنِ کفایت مرد کے لیے دو کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار

سوال نمبر28: عورت کا کفن سنت اور کفن ضرورت بیان فرمائیں؟

جواب: عورت کے لیے کفن سنت پانچ کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) قمیص (۴) اوڑھنی (۵) سینہ بند

اور کفن ضرورت عورت کے لیے تین کپڑے ہیں:

(۱) لفافہ (۲) اِزار (۳) اوڑھنی یا

(۱) لفافہ (۲) قمیص (۳) اوڑھنی۔

سوال نمبر29: قال محمد الازار یجعل لفافة مثل الثوب الآخر احب الینا من یؤزر ولا یعجبنا ان ینقص المیت فی کفنه ثوبین الا ضرورة اس عبارت کی مختصر وضاحت فرمائیں؟

جواب: امام محمد نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک بہتر ہے کہ ازار لفافہ کی طرح ہو یعنی میت کی ازار زندہ کی ازار کی طرح نہ ہو، اور میت کو دو کپڑوں میں کفن دینا ہمارے نزدیک ناپسندیدہ ہے ہاں ضرورت کی وجہ سے دے سکتے ہیں یہ ہی امام صاحب کا بھی مؤقف ہے۔

سوال نمبر30: تین کپڑوں میں کفن دینے کے متعلق دو حدیثیں بیان فرمائیں؟

جواب: پہلی حدیث: حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا قمیص، ازار اور لفافہ میں۔

دوسری حدیث: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ایک وہ قمیص جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی اور

حلہ نجرانیہ۔

سوال نمبر31:دو کپڑوں اور پانچ کپڑوں میں کفن کی وضاحت فرمائیں نیز کتنے کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے ؟

جواب: ضرورت کی بناءپر تو دو کپڑوں میں کفن دیا جاسکتا ہے،

دلیل: جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے انہی دو کپڑوں میں غسل دینا اور انہی میں کفن دینا،

اور تین سے زائد کپڑوں میں کفن دینا ہمارے بعض اصحاب اور شوافع کے ہاں جائز ہے جبکہ وتر ہوں،

دلیل: جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا یعنی قمیص، عمامہ اور تین لفافے۔

لیکن تین کپڑوں میں ہی کفن دینا افضل ہے۔

باب المشی بالجنائز والمشی معھا

حدیث نمبر25: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اپنے جنازوں کو جلدی لے کر چلو بیشک جنازہ تمہارے لئے خیر ہے جسے تم آگے پیش کروگے یا وہ شر ہے جسے تم اپنی گردوں سے اتاروگے۔

سوال نمبر32: طرفین کے نزدیک جنازے کو جلدی لے جانا افضل ہے یا آہستہ ؟

جواب: جلدی لے جانا افضل ہے اور جلدی سے مراد درمیانہ روی ہیں۔

حدیث نمبر26:امام زھری نے فرمایا:

حضور ﷺ اور خلفاء راشدین جنازے کے آگے چلا کرتے تھے یوں ہی یہ طریقہ چلتا رہا اور ابن عمر بھی جنازے کے آگے چلا کرتے تھے۔

سوال نمبر33:مذکورہ حدیث میں ابن عمر کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ متبع سنت تھے تو ان کے عمل کو ذکر کرکے دلیل کو اور زیادہ پختہ کرنا مقصود ہے۔

حدیث نمبر27:حضرت عبداللہ بن ھدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زینب بنت جحش کے جنازے میں لوگوں سے آگے دیکھا۔

سوال نمبر34:جنازے کے آگے یا دائیں یا بائیں کس طرف چلنا افضل ہے مع اختلاف آئمہ بیان فرمائیں؟

جواب:اس بارے میں چار اقوال ہیں:

(1)امام ثوری کے نزدیک بندے کو اختیار ہے کہ جس طرف چاہے چلے۔

ان کی دلیل: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ جس طرف چاہے چلو۔

(2)امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک پیدل چلنے والے کے لئے جنازے سے آگے چلنا اور سواری والے کے لئے جنازے کے پیچھے چلنا

افضل ہے۔
ان کی دلیل: حدیث مغیرہ کہ سوار جنازے کے پیچھے اور پیدل چلنے والا جنازے سے آگے یا اس کے دائیں یا بائیں طرف چلے۔
(3) امام شافعی و امام مالک کے ہاں جنازے کے آگے چلنا افضل ہے۔
ان کی دلیل: حدیث امام زہری۔
(4) امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک: جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔
ان کی دلیل: آثار و آخبار ہیں جو کہ اوپر بھی ذکر ہوئیں۔
سوال نمبر 35: امام محمد کے ہاں جنازے کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے وضاحت فرمائیں؟
جواب: امام محمد فرماتے ہیں: جنازے کے آگے چلنا حسن یعنی بہتر ہے اور جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور یہی امام اعظم کا مؤقف ہے۔

باب المیت لا یتبع بنار بعد موتہ او مجمرۃ فی جنازتہ

حدیث نمبر 28: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرنے کے بعد میت کے پیچھے آگ لے جانے سے یا اس کے جنازے میں دھونی دینے سے منع فرمایا۔
قال: امام محمد فرماتے ہیں: ہمیں اسی پہ عمل کرتے ہیں اور امام صاحب کا بھی یہ ہی قول ہے۔
سوال نمبر 36: مجمرۃ فی جنازتہ کی وضاحت فرمائیں؟
جواب: مجمرۃ کا لغوی معنی ہے جس کے ذریعے دھونی دی جائے جیسے عود وغیرہ۔
زمانہ جاہلیت میں لوگ جنازے کو دھونی دیا کرتے اور یہ نصاری بھی کیا کرتے تھے تو ان کی مخالفت کرنے کے لئے اور ان سے مشابھت سے بچنے کے لئے اس سے منع کر دیا گیا۔
سوال نمبر 37: جنازے کو دھونی دینے اور جنازے کے پیچھے آگ لے جانے کے بارے میں جمہور کا مؤقف واضح فرمائیں؟
جواب: اس بارے میں جو امام اعظم کا مؤقف ہے وہی جمہور کا مؤقف ہے یعنی جائز نہیں۔

باب القیام للجنازۃ

حدیث نمبر 29: مولی علی رضہ اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے پھر آپ بیٹھ جایا کرتے تھے یعنی پھر آپ نے اس عمل کو ترک کر دیا۔
قال محمد: ہمیں اسی پہ عمل کرتے ہیں اور ہم جنازے کے لئے قیام کو جائز نہیں جانتے کہ آپ ﷺ کا جنازے کے لئے کھڑا ہونا ابتدائے اسلام میں تھا پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا اور یہ ہی قول امام صاحب کا بھی ہے۔
سوال نمبر 38: جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کے بارے میں احناف کا مؤقف واضح فرمائیں؟
جواب: احناف کے ہاں جنازے کو دیکھ کر قیام فرمانا ابتدائے اسلام میں تھا حتی کے کفار کے جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیا

لیکن بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو ترک فرمایا تو ہمارے نزدیک یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں۔

نوٹ: شمس السالک میں ہے کہ جنازے کے لئے قیام کے مکروہ ہونے سے مراد بغیر حاجت وضرورت کے کھڑا ہونا مراد ہے ورنہ تو جنازہ پڑھنے اور اس کے پیچھے جانا بالیقین جائز ہے۔

باب الصلاۃ علی المیت والدعاء

حدیث نمبر30: حضرت سعید مقبری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے سوال کیا کہ نماز جنازہ کیسے پڑھی جائے تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں!

کہ میں میت کے گھر سے اس کے پیچھے ہوتا اور جب اسے رکھ دیا جاتا تو تکبیر کہتا اور اللہ کی حمد کرتا اور اس کے نبی پر درود بھیجتا پھر میں دعا کرتا کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہے یہ لا الہ الا انت اور محمد رسولک کی گواہی دیا کرتا تھا اور اس بارے میں باخوبی جانتا ہے، پس اگر یہ نیکوکار ہے تو اس کی نیکیوں میں اور اضافہ فرما اور اگر گناہ گار ہے تو اس کی خطائیوں سے در گزر فرما، اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرمانا اور اس کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ فرمانا۔

قال محمد: ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور نماز جنازہ میں کوئی قراءت نہیں اور یہ ہی قول امام صاحب کا بھی ہے۔

سوال نمبر39: حضرت ابو ہریرہ سے منقول نماز جنازہ کا طریقہ بیان فرمائیں؟

جواب: مذکورہ حدیث پاک۔

سوال نمبر40: لاقراءۃ علی الجنازۃ اس عبارت کی مع اختلاف آئمہ کے وضاحت فرمائیں؟

جواب: احناف کا مؤقف: نماز جنازے میں قراءت کرنا جائز نہیں ہاں سورت فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

شوافع کا مؤقف: ان کے نزدیک نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کی قراءت کرنا فرض ہے۔

حدیث نمبر31: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب کسی کی نماز جنازہ پڑھایا کرتے تو سلام اتنی آواز سے کہا کرتے کہ قریب والا سن لیتا۔

قال محمد: ہمارا یہ ہی مسلک ہے کہ دائیں بائیں اتنی آواز سے سلام پھیرے کہ قریب والا سن اور امام صاحب کا بھی یہ ہی قول ہے۔

سوال نمبر41: نماز جنازہ میں سلام کو جہری کہا جائے گا یا سری وضاحت فرمائیں؟

جواب: احناف کے ہاں نماز جنازہ میں سلام جہری کہا جائے گا جیسا کہ ابن عمر کے فعل سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر32: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر عصر اور فجر کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے جب ان دونوں نمازوں کو ان کے وقت میں ادا کر لیا جاتا۔

قال محمد: ہم اسی پہ عمل کرتے ہیں کہ ان دونوں وقتوں میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے یا غروب کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کے رنگ میں تبدیلی نہ آئی ہو اور امام اعظم کا یہ ہی مؤقف ہے۔

سوال نمبر42: کیا نماز عصر و فجر کے بعد بھی نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ تمام اوقات میں جائز ہے یہاں تک کہ تین مکروہ اوقات میں بھی پڑھنا جائز ہے

اگراس وقت آجائے تو،اور فعل ابن عمر سے بھی مسئلہ واضح ہے۔

باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد

حدیث نمبر 33: حضرت نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم کی نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھی گئی تھی

قال محمد: مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور اسی طرح کی روایت ہمیں حضرت ابو ھریرہ سے بھی پہنچی ہے اور مدینہ شریف میں جنازہ گاہ خارج مسجد میں تھی اور یہ وہ جگہ تھی جہاں حضور ﷺ نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔

سوال نمبر 43: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم بیان فرمائیں؟

جواب: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے چاہے میت اور لوگ مسجد میں ہوں یا میت باہر ہو اور لوگ مسجد میں ہو۔

سوال نمبر 44: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی نیز اور کس کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی تھی؟

جواب: آپ کی نماز جنازہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت صہیب نے پڑھائی تھی اسی طرح حضرت عمر نے بھی سیدنا صدیق اکبر کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

باب یحمل المیت اویحنطہ اویغسلہ ھل ینقض ذلک وضوئہ

حدیث نمبر 34: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت بن عمر نے سعید بن زید کو خوشبو لگائی اور اسے اٹھایا پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور آپ نے وضوء کئے بغیر نماز ادا فرمائی۔

قال محمد: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ جو جنازے کو کندھا دے اس پر وضوء لازم نہیں اور نہ اس پر وضو لازم ہے جس نے میت کو خوشبو لگائی ہو یا اسے کفن دیا ہو یا اسے غسل دیا ہو اور یہ ہی قول امام اعظم کا بھی ہے۔

سوال نمبر 45: کیا میت کو غسل دینے اور اسے کفن یا خوشبو لگانے والے پر وضوء کرنا لازم ہو جاتا ہے؟

جواب: ان مذکورہ چیزوں سے وضوء لازم نہیں ہوتا ہاں وضوء کر لینا مستحب ہے۔

باب الرجل تدرکہ الصلاۃ علی الجنازۃ وھو علی غیر وضوء

حدیث نمبر 35: حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ نماز جنازہ صرف باضوء شخص ہی پڑھے۔

قال محمد: ہم اسی پر عامل ہیں کہ نماز جنازہ باوضو ہی ہو کر ادا کرنا ضروری ہے ہاں اگر اچانک نماز جنازہ آگیا اور اس وقت بندہ بے وضوء

ہو تو تیمم کرے اور نماز جنازۃ ادا کرے یہ ہی قول امام صاحب کا بھی ہے۔

سوال نمبر46: کیا نماز جنازہ کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں ہمارے نزدیک نماز جنازہ کے لئے باوضوء وہونا شرط ہے۔

سوال نمبر47: نماز جنازہ کے لئے تیمم کرنا کب جائز ہے؟

جواب: جب اچانک نماز جنازہ حاضر ہو گیا اور اس کے فوت ہونے کا خوف ہے تو تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

باب الصلاۃ علی المیت بعد ما یدفن

حدیث نمبر36: سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوا اسی دن حضور ﷺ نے ان کے مرنے کی خبر دی ،پس آپ ﷺ اپنے اصحاب کو جنازہ گاہ میں لے گئے اور ان کی صفیں بنائی اور چار تکبیروں کے ساتھ نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

سوال نمبر48: کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور حدیث پاک میں نجاشی کے حوالے سے منقول ہے وہ فقط حضور ﷺ کا ہی خاصہ تھا کہ آپ اور نجاشی کے درمیان تمام حجابات ختم کر دیئے گئے تھے گویا میت آپ کے سامنے تھی۔

حدیث نمبر37: حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے حین حیات ایک مسکینہ عورت بیمار ہو گئی تو اس کی حضور ﷺ کو خبر دی گئی (راوی کہتے ہیں یہ حضور ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ غریبوں کی عیادت فرماتے اور ان کے حال و احوال دریافت فرمایا کرتے تھے) تو حضور ﷺ نے فرمایا جب یہ فوت ہو جائے تو مجھے اس کی خبر دینا، راوی کہتے ہیں اس عورت کی رات کو وفات ہوئی تو رات کو اس کا جنازہ تیار کیا گیا تو صحابہ کرام نے رات کے وقت میں اس بات کی حضور ﷺ کو خبر دینا ناپسند جانا پس جب صبح ہوئی تو آپ کو اس کی خبر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس بارے میں خبر دینا؟

تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

رات کا وقت تھا تو آپ کو اطلاع دینا یا آپ کو جگانا ہم نے مناسب نہ سمجھا، راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی صف بنائی اور اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں آپ نے چار تکبیریں پڑھی۔

قال محمد: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار تکبریں کہی جائی گی،

اور جس کی نماز جنازہ ہو چکی ہو اس کی دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور یہ امت کا حکم ہے جبکہ حضور ﷺ کے لئے جائز ہے جیسے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں نماز جنازہ پڑھائی جب کہ نجاشی حبشہ میں فوت ہوا اور حضور ﷺ نے نماز جنازہ برکت اور طہور کے لئے کے لئے پڑھی

اس لئے کسی کی نماز آپ کی نماز کی مثل نہیں ہو سکتی یہ ہی امام اعظم کا بھی قول ہے۔

سوال نمبر49: کیا کسی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جس پر پہلے پڑھی جا چکی ہو مع اختلاف ائمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: احناف کے نزدیک تو جائز نہیں ہاں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے۔
سوال نمبر12: کیا کسی ی دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اگر جائز ہے تو کس کے لئے جائز ہے؟
جواب: ہمارے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار ممنوع ہے ہاں نبی کریم ﷺ کے لئے جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کیونکہ یہ آپ کا ہی خاصہ ہے جیسے نجاشی کی مدینہ شریف میں نماز جنازہ پڑھانا آپ کا خاصہ ہے۔

باب ماروی ان المیت یعذب ببکاء الحیی

حدیث نمبر38: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: اپنے مردوں پر نہ رویا کرو کہ بیشک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔
حدیث نمبر39: حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی زوجہ پاک اماں عائشہ صدیقہ رضہ اللہ تعالیٰ عنھا کو فرماتے سنا جبکہ ان کے سامنے یہ کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں بیشک میت کو زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے تو اماں عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں ''اللہ'' ابن عمر کی بخشش فرمائے وہ جھوٹ تو نہیں بولتے لیکن بھول گئے ہیں یا خطاء کھا گئے ہیں بیشک رسول اللہ ﷺ ایسے جنازے کے پاس سے گزرے جس پر رویا جارہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور اس میت کو قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔
قال محمد: ہم اماں صاحبہ کے قول کو لیتے ہیں اور یہ ہی امام صاحب کا بھی قول ہے۔
سوال نمبر50: میت کو عذاب قبر کے حوالے سے اماں عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عمر کو اختلاف واضح فرمائیں؟
جواب: بات دراصل یوں ہے کہ حضرت ابن عمر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیئے جانے کے قائل ہیں جبکہ اماں عائشہ صدیقہ قائل نہیں کہ آپ نے حدیث بیان فرمائی تھی کہ حضور ﷺ کا گزر ایک جنازے سے ہوا جس پر اہل رو رہے تھے اور اتفاق سے اس قبر والے کو عذاب بھی ہو رہا تھا تو بن عمر سمجھے شائد اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا جبکہ ایسا نہیں۔
سوال نمبر51: قال محمد بقول عائشہ ناخذ اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟
جواب: آپ کے فرمانے کا مطلب ہے کہ ہمارے نزدیک کسی کا بوجھ کسی اور پر نہیں لادا جائے گا ہر ایک اپنا اپنا حساب دے گا کسی کو کسی کی وجہ سے عذاب نہیں تو امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی مؤقف یعنی اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤقف پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

باب القبر یتخذ مسجدا او یصلی الیہ او یتوسد

حدیث نمبر40: حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ یہودیوں کو ھلاک فرمائے ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا یعنی سجدہ گاہ کا مقام بنالیا۔

حدیث نمبر41: امام محمد کہتے ہیں کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مولی علی قبر کو تکیہ بناتے اوران پر سوجایا کرتے تھے حضرت بشر کہتے ہیں یعنی قبروں پر سوجایا کرتے تھے۔

اعتراض: مولی علی قبروں کو تکیہ بنایا کرتے حالانکہ حدیث پاک میں تواس سے منع کیا گیاہے؟

جواب: اس کی کئی جواب دیئے گئے ہیں کہ:

یاتوآپ نے ایسابیان جوازاور رخصت کے لئے کیااور رہاحدیث پاک میں جو ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے کہ قبرپر بول براز سے منع فرمایا مطلقابیٹھنانہیں۔

باب الکنز

حدیث نمبر42: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے کنز کے بارے میں سوال کیا گیاتوفرمایاکنزوہ مال ہے جس کی زکوۃادا نہ کی گئی ہو۔

حدیث نمبر43: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس مال ہواور وہ اس کی زکوۃ نہ دیتاہو تو قیامت کے روزاس مال کودو نقطوں والے سانپ کی شکل میں بدل کراس پر مسلط کردیاجائے گاتوجب تک اسے پکڑ نہ لے گااس کے پیچھے لگارہے گااور جب غلبہ پالے گے توکہے گاانا کنزک میں تیراہی خزانہ ہے۔

سوال نمبر52: کنز کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: کنز کالغوی معنی ہے: ہر وہ مال جس کو جمع کیا گیاہواور اصطلاح شرح میں کنزاس مال کوکہتے ہیں جس کی زکوۃادانہ کی گئی ہو۔

سوال نمبر53: زکوۃادانہ کرنے پر مؤطاامام محمد سے کوئی ایک وعید بیان فرمائیں؟

جواب: اوپر مذکورہ حدیث پاک۔

باب زکاۃ الفطر

حدیث نمبر44: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر صدقہ فطر عید سے دو یا تین دن پہلے ہی عامل کے پاس بیجھ دیا کرتے تھے۔

قال محمد: ہم اسی حدیث ہر عمل کرتے ہیں کہ ہم ایسی جلدی کوپسند کرتے ہیں کہ کوئی شخص عیدگاہ میں جانے سے پہلے صدقہ فطرادا کردے اور امام صاحب کابھی یہ ہی قول ہے۔

سوال نمبر54: صدقہ فطر کاحکم بیان فرمائیں نیز کس وقت اداکرنا مستحب ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک صدقہ فطرواجب ہے ہر آزاد عاقل بالغ صاحب نصاب پر،اور عید کے دن عیدگاہ میں جانے سے پہلے صدقہ فطرادا کرنامستحب ہے۔

سوال نمبر55: صدقہ فطر کی مقدار مع اختلاف ائمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: احناف کے نزدیک: صدقہ فطر کی مقدار کشمش، گندم یا آٹے کا نصف صاع ہے جبکہ کھجور یا جو کا ایک صاع ہے۔
شوافع کے نزدیک: ان مذکورہ تمام چیزوں کا ایک صاع ہے۔

باب القران بين الحج والعمرة

حدیث نمبر 45: محمد بن عبد الرحمن بن نوفل اسدی نے خبر دی کہ ان کو سلیمان بن یسار نے خبر دی کہ جن صحابہ کرام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا ان میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا اور بعض نے عمرے کا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا پس جس نے عمرے کا احرام باندھا تھا اس نے اسے ختم کر دیا یعنی حلال ہو گیا اور جس نے حج یا عمرہ وحج دونوں کا احرام باندھا تھا وہ حلال نہ ہوئے یعنی احرام سے باہر نہ ہوئے۔

قال محمد: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہ ہی امام صاحب اور اکثر علماء کا قول ہے۔

سوال نمبر 56: قران کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: قران کا لغوی معنی: دو چیزوں کو جمع کرنا۔

اصطلاحی معنی: ایک ہی سفر میں ایک احرام کے ساتھ حج وعمرہ کرنا۔

سوال نمبر 57: حج کتنی اور کون کونسی کا قسام ہیں نیز ان میں سے افضل حج کونسا ہے مع اختلاف ائمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: حج کی تین اقسام ہیں:

(1) افراد (3) تمتع (3) قران

امام اعظم کے نزدیک: حج قران افضل ہے۔
امام شافعی کے نزدیک: حج افراد افضل ہے۔
امام مالک کے نزدیک: حج افراد افضل ہے۔
امام احمد بن حنبل کے نزدیک: حج تمتع افضل ہے۔
صحیح قول کے مطابق سب سے افضل حج افراد پھر تمتع پھر قران ہے۔

سوال نمبر 58: حج کی کوئی سے تین نام مع وجہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: حج کا ایک نام حج وداع بھی ہے

اس کی وجہ: کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس میں صحابہ کرام میں وعظ فرمایا اوران کو دین اسلام کی دعوت کے لئے مختلف علاقوں کی طرف الوداع کر دیا اس لئے اس کو حجۃ اللوداع کہتے ہیں۔
ایک نام حج بلاغ بھی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا تھا ھل بلغت کیا میں تمام احکام تم تک پہنچا دیئے؟
اور ایک نام حجۃ الاسلام بھی ہے کیونکہ اس میں بالخصوص اہل اسلام ہی حج کیا کرتے ہیں نہ کہ مشرک۔

سوال نمبر 59:امام محمد کے وھو قول ابی حنیفۃ والعامۃ فرمان سے کیا مراد ہے۔

جواب: اس سے آپ کی مراد عراق اور کوفہ کے فقہاء کرام ہیں اور لفظ عامۃ کا استعمال ان کے ہاں اکثر کے معنی ہوتا ہے۔

سوال نمبر 60: حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے کونسا حج فرمایا تھا؟

جواب: اس بارے میں روایات مختلف ہیں بعضوں نے حج قران کہا تو بعضوں میں حج افراد کہا بہر حال ان روایات میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ اولا حضور ﷺ نے حج افراد میں ہی تھے یعنی آپ مفرد تھے بعد میں قارن ہوئے تو جس نے آپ ﷺ کے حوالے سے حج افراد کا قول کیا تو اس نے شرع والی حالت بیان کی اور جس نے حج قران کی روایت کی اس نے آخری حالت کو ملاحظہ کرتے ہوئے روایت کیا۔

سوال نمبر 61: حدیث پاک کے اس حصے من اھل بحج کی مختصر وضاحت فرمائیں؟

جواب: اھل ''اھلال'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بلند آواز میں تلبیہ پڑھنا اور اس کا معنی ہے حج کا احرام باندھا۔

حدیث نمبر 46: حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فتنے کے دور میں عمرہ کرنے تشریف لے گئے اور فرمایا اگر ہمیں کعبہ مشرفہ سے روک دیا گیا تو ہم وہی کریں گے جیسے ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا راوی کہتے ہیں حضرت ابن عمر تشریف لے گئے اور عمرے کا احرام باندھا اور چل دیئے یہاں تک جب آپ مقام بیداء پر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: حج اور عمرے کا معاملہ تقریبا ایک جیسا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کے ساتھ اپنے اوپر حج کو لازم کر لیا پس آپ نے سفر جاری رکھا جب بیت اللہ شریف میں پہنچے تو آپ نے اس کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے مابین سات چکر لگائے ان پر اضافہ نہ کیا آپ نے سمجھا کہ یہ ہی کافی ہے اور آپ نے قربانی فرمائی۔

سوال نمبر 62: حدیث پاک کے اس حصے ان عبد اللہ بن عمر خرج فی الفتنۃ معتمرا کی وضاحت فرمائیں کہ فتنہ سے کونسا فتنہ مراد ہے؟

جواب: یہاں فتنہ سے مراد حجاج بن یوسف کا فتنہ ہے

سوال نمبر 63: حج قران میں کتنی سعی اور طواف کئے جائے گے مع اختلاف ائمہ کے وضاحت فرمائیں؟

جواب: احناف کے نزدیک: قارن دو طواف اور دو سعی کرے گا،

بقیہ مذاھب ثلاثہ کے نزدیک: ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے حج قران میں۔

حدیث نمبر 47: حضرت صدقہ بن یسار مکی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سنا، ہم ان کی بارگاہ میں یوم ترویہ سے دو یا تین دن پہلے حاضر ہوئے تھے اور آپ کی بارگاہ میں لوگ مسائل پوچھنے کے لئے آرہے تھے اتنے میں ایک یمنی شخص حاضر ہوا جس کے بال پراگندہ تھے عرض کرنے لگا اے ابو عبد الرحمن!

میں نے اپنے بال گوندھ لئے ہیں اور میں نے فقط عمرے کا احرام باندھا ہوا ہے تو آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا اگر میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوتا جب تم نے احرام باندھا تھا تو میں تمہیں حج و عمرہ کے احرام باندھنے کا حکم دیتا اور جب تم بیت اللہ شریف آتا تو طواف کرتا اور صفا و مروہ کی سعی کرتا تو بدستور احرام میں ہی ہوتا، تیرے لئے یوم نحر سے قبل کوئی شے حلال نہ ہوتی اور تم اپنے قربانی کو نحر کرتے اور ابن عمر نے ان سے فرمایا: تم اپنے گوندھے بالوں کو کتر ڈالو اور قربانی دے دو تو گھر میں سے ایک عورت نے پوچھا اے ابو عبد الرحمن ھدی کیا ہوتی ہے؟

اس نے تین بار یہ سوال کیا آپ نے تین بار یہی جواب دیا!
راوی کہتے ہیں پھر حضرت ابن عمر خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ہم نے جانے کا ارادہ کر لیا تو فرمایا خدا کی قسم!
اگر میں فقط ایک بکری ہی پاؤں تو اسے ذبح کرنا میرے نزدیک روزہ رکھنے سے زیادہ محبوب ہے۔
قال محمد: ہم اسی حدیث کو لیتے ہیں کہ حج قران افضل ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا،
جب عمرے کا ارادہ ہو اور موسم حج بھی ہو تو اس کے لئے طواف اور سعی کر لے اور حلق کروا لے پھر حج کا احرام باندھ لے اور جب یوم نحر آئے تو حلق کروا لے اور ایک بکری بھی کافی ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر نے فرمایا اور یہ ہی امام صاحب اور اکثر کا مسلک ہے۔
سوال نمبر64: حضرت ابن عمر کے نزدیک کونسا حج افضل ہے؟
جواب: حضرت ابن عمر کے نزدیک حج قران افضل ہے اور جمہور محققین کا بھی یہ مذہب ہے کہ حج قران حج افراد اور تمتع سے افضل ہے۔
سوال نمبر65: اس حدیث میں سائل کو کونسے حج کا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟
جواب: اس حدیث میں حضرت ابن عمر نے سائل کو حج قران رہے جانے کی صورت میں حج تمتع کا طریقہ بیان فرمایا کہ اب تو تو طواف و سعی بھی کر چکا ہے لہذا قران نہیں کر سکتا اگر تیرے پاس ہوتا تو تجھے اس وقت حج قران کا احرام باندھنے کا حکم دیتا خیر اب اس عمرے کے بعد حج تمتع کا احرام باندھ لو اور آخر میں قربانی دے دینا تو تمہارا حج تمتع ہو جائے گا۔
حدیث نمبر48: حضرت محمد بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب نے حج معاویہ بن سفیان کے دوران حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ضحاک بن قیس کی آپسی گفتگو کو سنا!
کہ وہ دونوں اس عمرے کے متعلق گفتگو کر رہے تھے جس سے حج کا فائدہ لیا جائے یعنی حج تمتع، تو حضرت ضحاک بن قیس نے کہا: ایسا وہی کرے گا جو اللہ کے حکم سے ناواقف ہو گا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا آپ نے کتنی نازیبا بات کی تحقیق حضور ﷺ نے حج قران کیا اور آپ کے ساتھ ہم نے بھی حج قران کیا۔
قال محمد: ہمارے نزدیک حج قران حج افراد اور عمرہ افراد سے افضل ہے اور جب کوئی حج قران کا ارادہ کرے تو پہلے عمرے کے لئے طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے پھر حج کے لئے طواف اور سعی کرے اور ہمارے نزدیک دو طواف اور دو بار سعی کرنا ایک بار طواف اور سعی سے زیادہ محبوب ہے اور مولیٰ علی سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے قارن کو دو طواف اور دو بار سعی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں،
یہ امام اعظم اور اکثر فقہاء کرام کا مذہب و مسلک ہے۔
سوال نمبر66: حضرت ضحاک بن قیس نے حج تمتع پر اعتراض کس بناء پر کیا؟
جواب: آپ کا انکار کرنے کی دو توجیہات ممکن ہے:
(1) آپ نے لغوی معنی پر اعتراض کیا یعنی ایک ہی سفر سے حج و عمرہ کرنا اور حضور ﷺ کا حج قران کرنا تو سب صحابہ کو معلوم تھا لیکن حج تمتع کا بعض صحابہ کو ہی معلوم تھا ہو سکتا ہے ان کو بھی اس بارے میں علم نہ ہو۔
(2) آپ نے اس حج تمتع پر اعتراض کیا کہ حج کا احرام باندھ کر توڑ دیا جائے اور پھر عمرے کا احرام باندھ لیا جائے جس سے فاروق اعظم نے منع

فرمایا تھا۔

سوال نمبر 67: مولیٰ علی نے قارن کو کیا حکم ارشاد فرمایا؟

جواب: آپ نے قارن کو دو طواف اور دو بار سعی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حدیث نمبر 49: حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: اپنے حج اور عمروں کے مابین فاصلہ کیا کرو اس طرح تم میں سے ہر ایک اپنا حج بھی پورا کرلے گا اور عمرہ بھی پورا کرلے گا وہ یوں کہ حج کے مہینوں کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کیا جائے۔

قال محمد: مرد عمرہ کرے اور اپنے اہل کی طرف لوٹ جائے پھر حج کرے اور اپنے اہل کی طرف لوٹ جائے تو یہ مستقل طور پر دو سفروں میں حج و عمرہ ہوگا جو قران سے افضل ہے لیکن حج قران حج مفرد اور مکہ سے عمرہ کرنے سے اور مکہ سے حج اور تمتع کرنے سے افضل ہے کیونکہ جب کوئی حج قران کرے گا تو اس کا عمرہ اور حج دونوں اس کے شہر سے ہوں گے اور جب حج تمتع کرے گا تو وہ مکہ سے ہوگا اور جب حج افراد کرے گا تو اس کا عمرہ مکہ سے ہوگا لہذا قران افضل ہوا یہی سراج الامۃ اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر 68: حضرت عمر کے حج اور عمرے کے مابین فاصلہ کرنے کا حکم دینے میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس حکمت یہ تھی کہ یوں حج و عمرہ کرنے میں مشقت زیادہ ہے اور جس میں مشقت زیادہ ہو اس کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے اسی وجہ سے یہ حج قران سے بھی افضل ہے۔

باب المحرم یتزوج

حدیث نمبر 50: نبیہ بن وھب بنی عبد دار کے بھائی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبید اللہ نے مدینہ کے امیر ابان بن عثمان کی طرف کسی کی بھیجا جبکہ یہ دونوں محرم تھے تو حضرت عمر بن عبید اللہ نے کہا میں طلحہ بن عمر کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کرنا چاہتا ہوں اور میری چاہت ہے کہ تم بھی اس میں شرکت کرو تو ابان نے آپ کی دعوت کا انکار کر دیا اور کہا میں عثمان بن عفان کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: محرم نہ خود اپنا نکاح کرے اور نہ کسی کا نکاح کروائے اور نہ نکاح کا پیغام بھیجے۔

حدیث نمبر 51: حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے: محرم نہ نکاح کرے اور نہ اپنے نکاح کا پیغام بھیجے اور نہ کسی اور کے نکاح کا پیغام بھیجے۔

سوال نمبر 69: محرم کے نکاح کا حکم مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: اس بارے میں مختلف آحادیث ہیں جن کی وجہ سے آئمہ میں اختلاف واقع ہوا،

امام اعظم کے نزدیک: محرم کا نکاح کرنا جائز و صحیح ہے حدیث میمونہ کی وجہ سے۔

مذاھب ثلاثہ کا موقف: محرم کا نکاح کرنا صحیح نہیں۔

حدیث نمبر 52: حضرت ابو طریف کہتے ہیں کہ انہوں نے حالت احرام میں نکاح کیا تو حضرت عمر نے ان کے نکاح کو رد کر دیا۔

قال محمد: حالت احرام میں نکاح کے بارے میں اختلاف آیا ہے پس:

(1) اہل مدینہ نے محرم کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے۔

(2)اہل مکہ اور اہل عراق نے جائز کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بن حارث سے حالت احرام میں نکاح فرمایا لہذا ہم حضور ﷺ کے حضرت میمونہ سے نکاح کرنے کو حضرت ابن عباس سے بڑھ کر جاننے والا کسی کو نہیں جانتے کہ آپ حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں لہذا خلاصہ کلام ہم محرم کے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہاں بس بوس کنارنہ کرے جب تک حلال نہ ہو جائے یعنی حالت احرام سے باہر نہ آجائے، یہ ہی امام الاحناف اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر70: محرم کے نکاح کے جواز اور عدم جواز پر ایک ایک حدیث پاک بیان فرمائیں؟

جواب:اس کے عدم جواز پر اوپر مذکورہ آحادیث اور جواز پر حضرت میمونہ والی حدیث پاک۔

باب النکاح بغیر ولی

حدیث نمبر53:حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: کسی عورت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ بغیر ولی کی اجازت کے یا اپنے خاندان میں سے کسی اہل رائے کی رائے کے بغیر یا سلطان کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔

قال محمد: بغیر ولی کی اجازت کے نکاح جائز ہی نہیں پس اگر عورت اور اس کے ولی کے مابین جھگڑا ہو جائے تو سلطان ولی ہو گا کہ جس کا کوئی ولی نہیں اس کا ولی سلطان ہوتا ہے۔

بہر حال امام صاحب نے فرمایا: جب کسی عورت نے اپنا نکاح کسی کفو میں کیا اور مہر سے بھی کمی نہ کی تو یہ نکاح جائز ہے۔

حضرت عمر کا قول او ذی الرای من اھلھا ہے کہ یہ ولی نہیں ہے پھر بھی اس کے نکاح کو جائز کہنے سے نکاح ہو جائے گا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک اصل یہ ہے کہ عورت حق مہر میں کمی نہ کرے تو اس کا نکاح جائز ہے۔

سوال نمبر71:ولی کی اجازت اور بغیر اجازت ولی کے نکاح کا حکم مع اختلاف آئمہ بیان فرمائیں؟

جواب:**امام شافعی کے نزدیک**: بغیر کسی ولی کے نکاح جائز نہیں کہ عورت کا عقد کرنا جائز نہیں۔

امام اعظم کے نزدیک: عورت کا نکاح ہو جائے گا۔

امام محمد کے نزدیک: بغیر اجازت ولی کے نکاح ہو گا ہی نہیں ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

حنابلہ کے نزدیک: عورت کا عقد کرنا ہی صحیح نہ اپنے حق میں نہ کسی کے حق میں کیونکہ سرکار ﷺ نے فرمایا: لا نکاح الا بولی۔

مالکیہ کے نزدیک: عورت بغیر کسی مجبوری کے بغیر ولی کے نکاح نہیں کر سکتی۔

سوال نمبر72: جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا کون ولی ہے؟

جواب: جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ اسلام ہے۔

کتاب الضحایا وما یجزئ منھا

حدیث نمبر 54: حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ قربانی اور بدنہ میں ثنی اور اس سے زائد عمر کا جانور ہونا چاہئے۔

سوال نمبر 73: ضحایا کا معنی بیان فرمائیں؟

جواب: ضحایا جمع ہے ضحیۃ کی جیسے ھدایا جمع ہے ھدیہ کی بہر حال ایام نحرم میں ثواب کے لئے جانور کو ذبح کرنے کا نام اضحیہ ہے۔

سوال نمبر 74: قربانی کا حکم مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: امام اعظم اور امام مالک وامام محمد وزفر کے نزدیک: قربانی کرنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وانحر صیغہ امر کے ساتھ حکم ارشاد فرمایا۔

امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک: قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

سوال نمبر 75: بدن اور ثنی کسے کہتے ہیں؟

جواب: بدن سے مراد اونٹ اور گائے ہے اور ثنی وہ اونٹ جو پانچ سال کا ہو اور چھٹے سال میں لگا ہو یعنی مکمل پانچ سال کا ہو اسی طرح وہ گائے جو دو سال کی ہو اور تیسرے میں لگی ہو یعنی مکمل دو سال کی ہو چکی ہو اور بکرہ جو ایک سال کا ہو اور دوسرے سال میں لگا ہو۔

حدیث نمبر 55: حضرت ابن عمر قربانی اور بدنہ کے لئے ایسے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا کرتے جو ثنی نہ ہوں اور ان کی خلقت میں کمی ہو۔

حدیث نمبر 56: حضرت نافع کہتے ہیں ایک بار حضرت ابن عمر نے مدینہ شریف میں قربانی دینا چاہی تو آپ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا کہ میں آپ کے لئے ایک سینگ والا مینڈا خرید لاؤں پھر میں اسے آپ کی طرف سے عید والے دن عید گاہ میں ذبح کردوں پس میں ایسا ہی کیا پھر اس قربانی کو آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے سر کا حلق کروایا جب آپ کے مینڈے کو ذبح کر دیا گیا جبکہ آپ مریض تھے جس وجہ سے عید میں لوگوں کے ساتھ حاضر نہ ہو سکے، حضرت نافع کہتے ہیں: حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے جو بندہ قربانی تو کرے مگر حج نہ کیا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں آپ نے تو بطور برکت سر کا حلق کروایا تھا۔

قال محمد: ان تمام باتوں پر ہم عمل کرتے ہیں سوائے ایک بات کے کہ ہمیں اس میں اختلاف ہے اگر کوئی چھ ماہ کا مینڈا قد و قامت میں بڑا نظر آتا ہو تو اس کو ھدی اور اضحیہ میں ذبح کرنا جائز ہے اور جہاں خصی جائز ہے وہی جو خصی نہ ہو وہ بھی کفائت کر جائے گا۔

بہر حال حلق کے متعلق ہمارا وہی مسلک ہے جو حضرت ابن عمر کا ہے کہ جو بندہ قربانی تو کرے مگر حج نہ کیا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر 76: کس جانور کی قربانی دینا افضل ہے مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: امام اعظم کے نزدیک: اونٹ کی قربانی افضل ہے اسے نہ پائے تو گائے کی اور اسے بھی نہ پائے تو بکرے کی اور مستحب ہے کہ قربانی کا جانور سینگ والا ہو۔

امام مالک کے نزدیک: افضل قربانی مینڈے کی ہے۔

سوال نمبر 77: چھ ماہ کے مینڈے کی قربانی کس صورت میں جائز ہے؟

جواب: اس صورت میں کہ وہ قدو قامت میں ایک سال کا لگتا ہو۔

سوال نمبر 78: جس نے قربانی کی ہو لیکن حج نہ کیا ہو تو کیا اس پر بھی قربانی واجب ہے ؟

جواب: نہیں اس پر واجب نہیں جیسا کہ ابن عمر کا فرمان ہے۔

حدیث نمبر 57: حضرت ابن عمر اس کی طرف سے قربانی نہیں کیا کرتے تھے جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو۔

قال محمد: ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے اس کی طرف سے قربانی دینا لازم نہیں۔

سوال نمبر 79: کیا ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی طرف سے قربانی دینا لازم ہے مع وجہ کے بیان فرمائیں ؟

جواب: اس کی طرف سے قربانی دینا لازم نہیں کیونکہ وہ ابھی دار احکام میں آیا ہی نہیں بہر حال پیدائش کے بعد آیا قربانی دینا لازم ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے ظاہر الروایہ مسلہ یہ ہی ہے کہ نابالغ بچے کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔

باب مایکرہ من الضحایا

حدیث نمبر 58: حضرت عبید بن فروز فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا!

قربانی میں کن جانوروں کی قربانی سے بچنا چاہئے ؟

تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرمایا اور فرمایا چار۔حضرت براء بن عازب جب یہ حدیث بیان کیا کرتے تو یوں ہی اشارہ کیا کرتے اور فرماتے میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ سے چھوٹا ہے۔اور وہ چار یہ ہیں (1) لنگڑا جس کا لنگڑا پن واضح ہو (2) کانا جس کا کانا پن واضح ہو (3) بیمار جس کا مرض واضح ہو (4) کمزور کہ جس کی ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو۔

قال محمد: ہمارا مسلک یہ ہی ہے (1) بہر حال لنگڑا جب ایک پاؤں پر چل لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر نہ چل سکتا ہو تو جائز نہیں،

(2) اور کانا اگر تو اس کی نظر نصف سے زیادہ باقی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر نصف یا اس سے زیادہ نظر جا چکی ہو تو جائز نہیں،

(3-4) اور رہا بیمار جو بیماری کی وجہ سے ناکارہ ہو چکا ہو اور کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو چربی تک نہ رہی ہو تو ان دونوں کی قربانی جائز نہیں۔

سوال نمبر 80: مایکرہ من الضحایا یہاں مکروہ سے کونسا مکروہ مراد ہے ؟

جواب: یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

سوال نمبر 81: کون کون سے جانورں کی قربانی جائز نہیں نیز کس صورت میں جائز ہے ؟

جواب: اوپر مذکور امام محمد کا فرمان۔

باب لحوم الاضاحی

حدیث نمبر 59: حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن ابو بکر کہتے ہے اس بات کا تذکرہ یہ میں عمرہ بنت عبدالرحمن سے کیا تو فرمایا سچ کہا میں نے بھی اماں عائشہ صدیقہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اہل بادی میں سے ایک گروہ ایام قربانی میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دن تک کا گوشت رکھ لو بقیہ صدقہ کردو،

اس کے بعد کسی موقعہ پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ!

لوگ اپنی قربانیوں سے نفع اٹھایا کرتے تھے ان کی چربی اکھٹی کرتے اور اس سے مشکیزے بنایا کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا یا کچھ اور فرمایا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے تو قربانی کا گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع فرمایا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو تمہیں ان لوگوں کی وجہ سے منع فرمایا تھا جو ایام قربانی میں جمع ہو جایا کرتے تھے پس اب تم کھاؤ اور صدقہ بھی کرو اور ذخیرہ بھی کر۔

قال محمد: ہم اس پر عمل کرتے ہیں کہ تین دن کے زائد گوشت رکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت کے بعد اس میں رخصت دے دی تھی لہذا حضور ﷺ کا دوسرا فرمان پہلے کے لئے ناسخ ٹھہرا خلاصہ کلام یہ کہ تین سے زائد جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں یہ امام صاحب اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر 82: فکلو وتصد قوا یہ فرمان آیا وجوبی تھا یا استحبابی؟

جواب: یہ فرمان استحبابی ہے کہ ہر وہ فرمان کو نہی وممانعت کے بعد وارد ہوا استحبابی ہوتا ہے نہ کہ وجوبی۔

سوال نمبر 83: رسول اللہ ﷺ نے کس وجہ سے گوشت کی ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا تھا؟

جواب: آپ ﷺ نے اہل بادی جو غریب لوگ تھے قربانی کی استطاعت نہ رکھتے تھے ان کی وجہ سے گوشت کو تین دن سے زائد جمع کرنے سے منع فرمایا تھا اور جب وہ غنی ہو گئے تو اس نہی کو اپنے اس فرمان سے منسوخ کردیا فکلو وتصدقوا۔

سوال نمبر 84: گوشت کو جمع کرنے اور جمع نہ کرنے کے متعلق دونوں حدیثیں بیان فرمائیں نیز ان میں سے ناسخ کونسی اور منسوخ کونسی ہے؟

جواب: اس کا جواب اوپر مذکور ہے۔

حدیث نمبر 60: حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن کے بعد گوشت کو کھانے سے منع فرمایا پھر اس نہی کے بعد فرمایا کھاؤ اور جمع کرو اور صدقہ کرو۔

قال محمد: ہمارا یہ ہی مسلک ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ مرد اپنی قربانی سے کھائے اور جمع کرے اور صدقہ کرے اور ہم اچھا نہیں سمجھتے کہ تہائی سے کم صدقہ کیا جائے ہاں اگرچہ تہائی سے کم صدقہ کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر 85: امام محمد کے نزدیک قربانی کا گوشت کتنا صدقہ کرنا بہتر ہے؟

جواب: امام محمد کے نزدیک تہائی حصہ گوشت کا صدقہ کرنا محبوب وپسندیدہ ہے۔

باب الرجل یذبح اضحیتہ قبل ان یغدو یوم الاضحی

حدیث نمبر 61: حضرت سعد بن تمیم سے مروی ہے کہ حضرت عویمر بن اشقر نے اپنی قربانی صبح ہونے سے پہلے ہی یا نماز عید پڑھے جانے سے پہلے ہی کرلی تو اس بات کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے اسے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

قال محمد: ہم اسی حدیث کو لیتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے جو ایسے شہر میں ہو جہاں عید پڑھی جاتی ہو اس نے امام کے نماز عید پڑھانے سے پہلے جانور ذبح کردیا تو وہ فقط بکری کا گوشت ہوگا قربانی نہیں ہوگی اور جو شہری نہ ہو بلکہ دیہاتی ہو یا شہر کے اطراف میں رہتا ہو تو اس نے جانور کو طلوع فجر یا طلوع شمس کے وقت ذبح کیا تو جائز ہے یہ امام صاحب کا مذھب ہے۔

سوال نمبر 86: قربانی کا وقت کیا ہے مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: **احناف کے نزدیک**: شہر میں رہنے والے کے لئے قربانی کا وقت بعد نماز عید ہے اور دیہاتی کے لئے بعد طلوع فجر ہے۔

امام مالک کے نزدیک: نماز عید اور امام کے نحر کرنے کے بعد ہے۔

امام شافعی وامام احمد بن حنبل کے نزدیک: جب عید کے دن نہار کا وقت اس قدر گزر جائے کہ جس میں نماز جائز ہو جاتی ہے تو اس وقت قربانی کی جاسکتی ہے چاہے نماز عید ہوئی ہو یا نہ چاہے شہر میں ہو یا دیہات میں۔

باب ما یجزئ من الضحایا عن اکثر من واحد

حدیث نمبر 62: حضرت ابوایوب انصاری صاحب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک بکری کی قربانی دیا کرتے تھے مرد اسے اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے دیا کرتا پھر لوگ اس سے فخر کرنے؛ گے تو یہ قربانی فخر کی بات ہو کر رہ گی۔

قال محمد: ایسا شخص محتاج ہوگا جو اپنے طرف سے ایک ہی قربانی کرتا ہوگا اور اس کا گوشت خود کھاتا اور اپنے اہل کو کھلاتا ہوگا بہر حال قربانی کے طور پر ایک بکری دو یا تین بندوں کی طرف سے ذبح کرنا جائز نہیں ایک بکری ایک ہی شخص کرسکتا ہے یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر 87: کیا ایک بکری دو بندوں کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے؟

جواب: ایک بکری دو بندوں یا تین کی طرف سے کرنا جائز نہیں۔

سوال نمبر 88: کنا نضحی بالشاۃ الواحدۃ اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس کی تاویل یہ ہے کہ کوئی شخص گوشت کا محتاج ہوتا ہوگا وہ یوں کیا کرتا یا فقیر ہوگا جس پر قربانی لازم نہیں تو اپنی طرف سے قربانی کر

کے اس کا گوشت خوداور اپنے اہل کو کھلاتا ہو گا اور اہل کے قربانی میں شریک ہونے سے مراد ثواب میں شریک ہونا ہے۔

حدیث نمبر 63: حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا: ہم نے مقام حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ساتھ بندوں کی طرف سے اونٹ اور گائے کی قربانی کی۔

قال محمد: ہم اسی پر عامل ہیں کہ اونٹ اور گائے قربانی اور ھدی میں سات بندوں کی طرف سے کافی ہے خواہ وہ سات ایک ہی گھر کے افراد ہیں یا الگ الگ گھروں کے۔

سوال نمبر 89: اونٹ اور گائے میں کتنے حصے ہوتے ہیں؟

جواب: ان دونوں میں سات سات حصے ہوتے ہیں جبکہ قیاس کہتا ہے کہ ایک ہی حصہ ہو کہ ایک ہی خون بہانہ ہے جبکہ ہم نے قیاس کو حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے ترک کر دیا۔

باب الذبائح

حدیث نمبر 64: حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ ایک شخص احد پہاڑ پر دودھ والی اونٹنی کو چرا رہا تھا تو اسے اچانک موت نے آلیا پس اس شخص نے اسے ایک لکڑی کی تیز دھار سے ذبح کر دیا تو اس کے کھانے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو فرمایا اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر 65: حضرت سعد بن معاذ نے بتایا کہ کعب بن مالک کی ایک لونڈی سلع میں بکریاں چرایا کرتی تھی تو ان میں سے ایک بکری کو موت نے آدبوچا تو لونڈی نے فوراً اسے پتھر کے ذریعے ذبح کر دیا پھر اس بارے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا تو فرمایا اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سے کھاو۔

قال محمد: یہ ہی ہمارا مسلک ہے کہ ہر وہ شے جو جانور کی رگیں اور اس کا خون بہادے اگر اسے ذبح کیا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہاں دانت اور ہڈی اور ناخن سے ذبح کرنا مکروہ ہے یہ ہی امام الاحناف اور اکثر فقہاء کرام کا قول ہے۔

سوال نمبر 90: کن کن چیزوں سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے مع اختلاف آئمہ تفصیلا وضاحت فرمائیں؟

جواب: تین چیزوں سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے:

(1) دانت (2) ناخن (3) ہڈی کے ساتھ

امام اعظم کے نزدیک: دانت اور ہڈی اگر جسم سے جدا ہوں تو ان سے ذبح شرعی تو حاصل ہو جائے گا مگر یہ مکروہ ہے اور اگر جسم سے جدا نہ ہوں تو جانور مردار ہو جائے گا اسے نہیں کھایا جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک: اگر ہڈی سے ذبح کیا گیا اگر تو مر رگ کو کاٹ دیا اس نے تو جائز ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک: ذبح شرعی ہڈی اور دانت سے حاصل نہیں ہوتا چاہے جسم سے جدا ہوں یا نہ ہوں۔

حدیث نمبر 66: حضرت سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے جس چیز سے جانور کو ذبح کیا گیا اگر تو وہ کاٹ سکے تو کوئی حرج نہیں اور یہ اضطراری حالت میں ہے۔

قال محمد: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ہم پہلے اس کی وضاحت کر چکے، اور اگر ایسے دانت یا ناخن کے ذریعے جانور کو ذبح کیا گیا جدا ہو چکے تھے اور ان سے رگیں کٹ گئی اور خون بہہ گیا تو اس کے گوشت کو کھایا جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر دانت اور ناخن جسم سے جدا نہ تھے تو اس جانور کو قتل کر دیا اور وہ مردار ہو گیا اس کو نہیں کھایا جائے گا یہ ہی امام صاحب کا مؤقف ہے۔

باب: الرجل یسلم فیما یکال

حدیث نمبر 67: حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی شخص میعاد مقرر کے لئے معین بھاؤ پر غلہ خریدے تو اس ادھار میں کوئی حرج نہیں خواہ فروخت کرنے والے کے پاس غلہ ہو یا نہ ہو لیکن ایسی کھیتی کی بیع نہ ہو جس کی صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو یا ایسے پھلوں کی بیع نہ ہوئی ہو جن کی ابھی تک صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو بیشک رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا جب تک ان کی صلاح نہ ظاہر ہو جائے۔

قال محمد: مذکورہ خرید و فروخت کا طریقہ ہمارے نزدیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور بیع سلم یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ میں ادھار کرتا ہے جس میں مدت معلوم اور کیل معلوم اور جنس معلوم ہوتی ہے اس بات میں کوئی خیر و فائدہ نہیں کہ معلوم کھیتی یا معلوم درخت کی شرط لگائی جائے اور یہ ہی امام صاحب کا قول ہے۔

سوال 91: بیع سلم کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب:

سوال نمبر 92: بیع سلم کے جواز پر دلائل بیان فرمائیں؟

جواب: بیع سلم پر چار چیزیں دلالت کرتی ہیں:

(1) قرآن (2) حدیث (3) اجماع (4) قیاس

قرآن: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

حدیث: فرمایا جو بیع سلم کرے تو اسے چاہئے کہ کیل معلوم، وزن معلوم میں ایک معلوم مدت تک کرے۔

اجماع: علماء کرام میں سے کسی سے بھی اس کا انکار منقول نہیں امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیع سلم کے جواز پر امت کا اجماع ہے جبکہ بیع سلم معلوم ہو۔

قیاس: اس میں بائع مشتری دونوں کا فائدہ ہے اور یہ ہی شرع کو مطلوب ہے کہ بائع کم قیمت پر سامان کو بیچ کر فائدہ اٹھاتا ہے اور مشتری بائع کے وسعت دینے کے سبب ثمن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

سوال نمبر 93: بیع سلم کے ناجائز ہونے کی کوئی صورت بیان فرمائیں؟

جواب: اس کی ایک ناجائز صورت یہ ہے کہ مدت یا کیل یا مبیع کا وزن معلوم نہ ہو تو اس صورت یہ جہالت مفضی الی النزاع ہو گی جس کی وجہ سے بیع جائز نہیں۔

سوال نمبر94: پھلوں اور کھیتی میں بیع سلم کے ناجائز ہونے کی صورت بیان فرمائیں؟
جواب: اس کی صورت یہ ہے کہ کھیتی کی ابھی تک صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو اسی طرح پھلوں کی ابھی تک صلاح ظاہر نہ ہوئی ہو یا کھیتی یا درخت کو معین کر دینا کہ اس میں ہلاک ہونے کا احتمال ہے۔
سوال نمبر95: بیع سلم کی شرائط بیان فرمائیں؟
جواب: اس کی چھ شرائط ہیں:
(1) جنس معلوم ہو (2) نوع معلوم ہو (3) مقدار معلوم ہو (4) مدت معلوم ہو (5) وصف معلوم ہو۔

باب بیع البراءۃ

حدیث نمبر68: حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی کو آٹھ سو درھم کے بدلے براءت کرتے ہوئے غلام بیچا تو جس نے آپ سے غلام خریدا تھا اس نے عرض کیا غلام کو تو بیماری ہے جس کا آپ نے مجھے نہیں بتایا تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا یہاں تک کہ معاملہ حضرت عثمان بن عفان کی بارگاہ میں آن پہنچا تو اس شخص نے عرض کیا انہوں نے مجھے ایک غلام بیچا جسے کوئی بیماری تھی تو ابن عمر نے عرض کیا میں نے تو ہر عیب سے براءت کرتے ہوئے بیچا تھا تو حضرت عثمان غنی نے حضرت ابن عمر کے حق میں فیصلہ دیا کہ حلف اٹھائے لیکن آپ نے حلف اٹھانے سے انکار فرمادیا تو غلام کو واپس کر دیا گیا بعد میں جب وہ آپ کے پاس تندرست ہو گیا تو آپ نے اسے پانچ ہزار پانسو درھم کے بدلے بیچا۔
قال محمد: ہمیں زید بن ثابت کے حوالے سے یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: جس نے غلام کو براءت کے ساتھ بیچا تو وہ ہر عیب سے بری ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی براءت کے ساتھ غلام بیچا اور اسے جائز بھی سمجھا ہم زید بن ثابت اور عبداللہ بن معر کے قول کو لیتے ہیں،
اور جس نے کسی غلام یا کسی شے کی بیع کی اور ساتھ ہی ہر عیب سے براءت بھی کر لی اور اس پر مشتری راضی بھی ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا تو بائع ہر عیب سے بری ہے چاہے اس عیب کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو کیونکہ مشتری نے اسے بری ذمہ قرار دے دیا۔
اہل مدینہ نے کہا: بائع ہر اس عیب سے براءت کر سکتا ہے جسے وہ جانتا نہ ہو ہاں جسے جانتا ہے اور چھپائے رکھے تو اس عیب سے بری نہ ہو گا اور انہوں فرمایا: جب کسی نے بیع میراث کی تو وہ ہر عیب سے بری ہے چاہے اس عیب کو جانتا ہے یا نہیں اور جب کسی نے کہا میں نے تم سے بیع میراث کی اور کہتا ہے میں ہر عیب سے بری ہوں اس بات کو بیان بھی کر دیا تو یہ زیادہ قابل قبول بات ہے اور یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کرام کا قول ہے۔
سوال نمبر96: بیع براءت کی تعریف بیان فرمائیں نیز عیب کی وجہ سے شے کو واپس کرنے کے اختیار کے بارے میں مع اختلاف آئمہ کے مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟
جواب: بائع کا ہر عیب سے براءت کر کے شے کو بیچنا۔

امام اعظم کے نزدیک: اگر مبیع میں کوئی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا کیونکہ اس نے خود بیع براءت کو قبول کیا تھا۔
امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک: ان کا بھی وہی مؤقف ہے۔
امام احمد کے نزدیک: یہ شرط لگانا ہی فاسد ہے لہذا جب بھی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا مگر کہ بائع نے پہلے ہی عیب کو بیان کر دیا ہو اور مشتری نے اس قبول کر لیا ہو تو لوٹانے کا اختیار نہیں کہ اس نے خود اس عیب کو قبول کیا ہے۔
سوال نمبر 97: بیع براءت کے بارے میں اہل مدینہ کا کیا مؤقف ہے؟
جواب: اہل مدینہ نے کہتے ہیں: بائع ہر اس عیب سے براءت کر سکتا ہے جسے وہ جانتا نہ ہو ہاں جسے جانتا ہے اور چھپائے رکھے تو اس عیب سے بری نہ ہوگا۔

باب بیع الغرر

حدیث نمبر 69: حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔
قال محمد: یہ ہی ہمارا مسلک ہے کہ بیع غرر ساری کی ساری فاسد ہے اور یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کا قول ہے۔
حدیث نمبر 70: حضرت سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے کہ حیوانوں میں کوئی ربا نہیں ہے ہاں ان میں فقط تین طرح کی بیع سے منع کیا گیا ہے:

(1) مضامین (2) ملاقیح (3) حمل کے حمل کی بیع سے

مضامین وہ جو اونٹنیوں کے پیٹ میں ہوں اور ملاقیح وہ جو اونٹوں کی پشت میں ہوں۔
حدیث نمبر 71: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔
یہ ایک بیع تھی جسے لوگ زمانہ جہالت میں کیا کرتے تھے کہ کوئی شخص اونٹ کو اونٹنی کے بچہ جننے تک ادھار خرید تا اور پھر اونٹنی بچہ جنتی جو اس کے پیٹ میں ہے پھر وہ اس اونٹ کی رقم ادا کرتا۔
قال محمد: یہ تمام بیوع مکروہ ہیں ان کو نہیں کرنا چاہئے کہ یہ ہمارے نزدیک غرر ہے اور بیع غرر سے تو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔
سوال نمبر 98: بیع غرر سے نہی کس درجہ کی ہے؟
جواب: یہاں نہی سے نہی تحریم ہے یعنی بیع غرر حرام ہے۔
سوال نمبر 99: مضامین اور ملاقیح کی بیع کا حکم نیز ان کا معنی بھی بیان فرمائیں؟
جواب: ان کی بیع سے منع کیا گیا ہے اور مضامین وہ جو اونٹنیوں کے پیٹ میں ہوں اور ملاقیح وہ جو اونٹوں کی پشت میں ہوں ان کی بیع کرنا۔
سوال نمبر 100: حبل الحبلۃ سے کیا مراد ہے؟
جواب: اس سے مراد حمل کے حمل کی بیع کرنا وہ یوں کہ یہ ایک بیع تھی جسے لوگ زمانہ جہالت میں کیا کرتے تھے کہ کوئی شخص اونٹ کو اونٹنی

کے بچہ جننے تک ادھار خرید تااور پھر اونٹنی بچہ جنتی جو اس کے پیٹ میں ہے پھر وہ اس اونٹ کی رقم ادا کرتا۔

سوال نمبر 101: حیوان کی بیع میں سود نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ حیوان موزونی یا عددی متقارب نہیں لہذا نقد کمی بیشی جائز ہے۔

سوال نمبر 102: قال محمد و هذه البیوع کلها مکروهة اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا تمام مذکورہ بیوع مکروہ تحریمی ہے اور یہ بیوع فاسد ہیں اسی وجہ سے فرمایا لاینبغی یعنی جائز نہیں کیونکہ ان میں دھوکہ ہے اس کو معلوم نہیں کہ وہ مطلوبہ شے واقع ہوگی یا نہیں۔

حدیث نمبر 72: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔

اور بیع مزابنہ کہتے ہیں درخت پر کھجور اور انگور کی خشک کھجور اور انگوروں کے عوض پیمانہ کے ساتھ بیع کرنا۔

سوال نمبر 103: بیع مزابنہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: بیع مزابنہ کہتے ہیں درخت پر کھجور اور انگور کی خشک کھجور اور انگوروں کے عوض پیمانہ کے ساتھ بیع کرنا۔

حدیث نمبر 73: سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ اور بیع محاقلہ سے منع فرمایا۔

بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا اور بیع محاقلہ یہ کہ کھتی کو گندم کے بدلے بیچنا اور زمین کو گندم کے بدلے کرایہ پر دینا،

حضرت ابن شہاب کہتے ہیں میں نے ان سے زمین کو سونے اور چاندی کے بدلے میں کرایہ پر دینے کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال نمبر 104: بیع محاقلہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: کھیت میں کھڑی گندم کو خوشو سے نکالی ہوئی گندم کے بدلے بیچنا اور زمین کو گندم کے بدلے کرایہ پر دینا۔

سوال نمبر 105: کیا سونے اور چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دے سکتے ہیں؟

جواب: جمہور کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے اور اسی پر اجماع بھی ہے۔

حدیث نمبر 74: حضرت ابوسفیان ابن احمد کے غلام نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت ابو سعید کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

بیع مزابنہ یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو خشک کھجور کے بدلے بیچنا اور بیع محاقلہ یہ کہ زمین کو کرایہ پر دینا۔

قال محمد: ہمارے نزدیک بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی کھجوروں کی خشک کھجوروں سے ماپ کر بیع کرنا اور اس میں یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ جو کھجور دی گئی ہیں وہ درخت پر لگی کھجوروں سے زیادہ ہے یا کم اور اسی طرح یہ بھی معلوم نہیں کہ درخت پر لگے انگور خشک انگوروں سے زیادہ ہیں یا کم۔

اور بیع محاقلہ یہ کہ: دانوں کی بالیوں میں گندم کے بدلے ماپ کر بیچنا اور اس میں بھی معلوم نہیں ہوتا اور یہ تمام بیع مکروہ تحریمی ہیں لہذا ان کا لین دینا نہ کرنا ضروری ہے یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کرام کا مذھب ہے۔

باب شراء الحیوان باالحم

حدیث نمبر 75: حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حیوان کی گوشت کے بدلے بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے راوی کہتے ہیں میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا!

اگر کوئی شخص دس بکریوں یا ایک بکری کے عوض ایک اونٹ خرید تا ہے تو کیا رائے ہے آپ کی؟

توحضرت سعید بن مسیب نے فرمایا: اگر تو وہ اونٹ کو نحر کرنے لئے خرید تا ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

قال اب الزناد: میں لوگوں کو حیوان کی گوشت کے ذریعے بیع کرنے سے منع کرتے ہوئے پایا اور ابان اور ہشام کے زمانے میں اس بیع کی ممانعت کے فتوے لکھے جاتے تھے۔

سوال نمبر 106: کس کے زمانے میں حیوان کی گوشت کے بدلے بیع سے ممانعت کے متعلق فتوے لکھے جاتے تھے؟

جواب: ابان اور ہشام کے زمانے میں۔

سوال نمبر 107: حیوان کی گوشت کے بدلے بیع کرنے کا حکم بیان فرمائیں؟

جواب: یہ بیع جائز نہیں کہ حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 76: حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ایک یا دو بکریوں کے بدلے گوشت بیچنا زمانہ جہالیت کے جوا میں سے ہے۔

حدیث نمبر 77: حضرت سعید بن مسیب کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کی گوشت کے بدلے بیع سے منع فرمایا۔

قال محمد: ہم اسی حدیث کو دلیل بناتے ہیں اور جس نے بکری کا گوشت زندہ بکری کے بدلے سے بیچا تو وہ نہیں جانتا کہ کس میں گوشت زیادہ ہے آیا زندہ بکری میں یا جو مذبوح ہے اس میں۔ لہذا یہ بیع فاسد و مکروہ ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کو نہ کیا جائے اور یہ بیع مزابنہ اور بیع محاقلہ کی مثل ہے،

اسی طرح زیتون کی زیتون کی تیل کے ذریعے بیع کرنا جائز نہیں اور تلوں کی تلوں کے تیل سے بیع جائز نہیں۔

کتاب الصرف وابواب الربا

حدیث نمبر 78: حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے فرمایا: چاندی کی سونے کے بدلے اس طرح بیع نہ کرو کہ ان میں سے ایک نقد ہو اور دوسرا ادھار ہو پس اگر خرید نے یا بیچنے والا اس قدر بھی تم سے مہلت مانگے کہ گھر سے آکر دے دوں گا تو اتنی بھی مہلت نہ دو کہ مجھے تم پر رماء کا خوف ہے اور رماء سود ہے۔

سوال نمبر 108: حدیث پاک میں رماء سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے سود مراد ہے۔

سوال نمبر109: بیع صرف کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: ثمن خلقی کی ثمن خلقی کے بدلے بیع کرنا یعنی سونے کی سونے کی بدلے اور چاندی کی چاندی کے بدلے۔

حدیث نمبر 79: حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: سونے کی سونے کے بدلے بیع نہ کرو مگر برابر برابر اور چاندی کی چاندی کے بدلے بیع نہ کرو مگر کہ برابر برابر اور سونے کی چاندی کے بدلے اس طرح بیع نہ کرو کہ ان میں ایک ادھار ہو اور دوسرا نقد اور اگر خریدنے یا بیچنے والا اس قدر بھی تم سے مہلت مانگے کہ گھر سے آکر دے دوں گا تو اتنی بھی مہلت نہ دو کہ مجھے تم پر رباء کا خوف ہے۔

سوال نمبر110: سونے کی چاندی کے بدلے بیع کس صورت میں ناجائز ہے؟

جواب: جب ایک نقد ہو اور دوسرا ادھار ہو تو ناجائز ہے۔

حدیث نمبر80: حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے کی سونے کے ساتھ بیع نہ کرو مگر کہ برابر برابر اور ایک دوسرے پر ان کے وزن میں زیادتی نہ کرو اور چاندی کے بدلے چاندی کی بیع نہ کرو مگر کہ برابر اور ایک دوسرے پر ان کے وزن میں زیادتی نہ کرو اور ان میں سے ادھار کی نقد کے بدلے بیع نہ کرو۔

حدیث نمبر81: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دینار کو فروخت کرو دینار کے بدلے اور درھم کو درھم کے بدلے اور ان میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

حدیث نمبر82: حضرت مالک بن اوس بن حدثان نے خبر دی کہ انہوں نے سو دینار کے بدلے بیع صرف کیا اور فرمایا مجھے حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بلایا اور ہم دونوں راضی ہو گئے یہاں تک کہ حضرت طلحہ نے مجھ سے سونا لے لیا اور اسے اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے پھر فرمایا انتظار کرو میرا خزانچی مقام غابہ سے آجائے حضرت عمر نے انکے کلام کو سن لیا تو فرمایا نہیں!

اللہ کی قسم تو اس سے جدا نہ ہونا جب تک اس سے مال نہ لے لو پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے کو چاندی کے بدلے اور تمر کو تمر کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے دینا سود ہے مگر کہ برابر برابر جائز ہے۔

حدیث نمبر83: حضرت سلمان بن یسار نے خبر دی کہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان نے چاندی یا سونے کا برتن اس کے وزن سے زیادہ کے بدلے میں بیچا تو ان سے حضرت ابو درداء نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کی بیع سے منع کرتے ہوئے پایا سوائے یہ کہ برابر برابر ہو تو ان سے حضرت معاویہ نے فرمایا: ہم تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تو ان سے ابو درداء نے کہا کون ہے جو حضرت امیر معاویہ کے مقابلے میں میرا عذر قبول کرے میں اسے رسول اللہ ﷺ کی بات سنا رہا ہوں یہ مجھے اپنی رائے بتائی جا رہے ہیں!

میں اس زمین میں نہیں رہوں گا جس میں تم ہو، راوی کہتے ہیں پھر حضرت ابو درداء عمر بن خطاب کی بارگاہ میں چلے گئے اور اس معاملے کی ان کو خبر دی تو آپ نے حضرت معاویہ کی طرف ایک خط لکھا کہ آپ اس کی بیع نہ کریں مگر برابر برابر یا وزن کے ساتھ۔

سوال نمبر111: حضرت امیر معاویہ کے فرمان ماتری بہ باسا کی توجیہ بیان فرمائیں؟

جواب: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح کی بیع میں زیادتی کو سود نہیں سمجھتے تھے جیسے کہ ابن عباس کا اس بارے میں مذہب تھا آپ کے پیش نظر ابن عباس والی یہ حدیث تھی کہ سود نہیں مگر ادھار میں جبکہ یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا اور ابن عباس نے بھی اس سے رجوع فرما لیا تھا لیکن یہ بات حضرت امیر معاویہ تک نہ پہنچی تو اسی لئے آپ کا پہلے والا ہی مؤقف رہا۔

حدیث نمبر84: حضرت عبداللہ بن قسیط لیثی نے حضرت سعید بن مسیب کو دیکھا کہ وہ سونے کو سونے کے بدلے تول رہے تھے راوی کہتے ہیں آپ سونے کو ایک ترازو کے پلڑے میں رکھتے اور دوسرے کے سونے کو دوسرے ترازو میں رکھتے پھر میزان کو اٹھاتے جب ترازو کا کانٹا برابر آجاتا تو دوسرے کا سونا لے لیتے اور اپنا اسے دے دیتے۔

قال محمد: ہم ان تمام کو لیتے ہیں جو بھی آثار مذکور ہوئے اور یہ ہی امام صاحب اور اکثر فقہاء کرام کا قول ہے۔

باب الربا فیما یکال اویوزن

حدیث نمبر85: حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں: ربا نہیں ہے مگر سونا اور چاندی اور مکیلی و موزونی کھائی پی جانے والی اشیاء میں

قال محمد: مکیلی اور موزونی اشیاء جو ایک ہی جنس سے ہو ان کی بیع کھائی پی جانے والی اشیاء کی طرح حرام ہے مگر کہ ہاتھوں ہاتھ جائز ہے اور یہ ہی ابراھیم اور امام اعظم و اکثر فقہاء کا قول ہے۔

سوال نمبر112: کن کن اشیاء میں ربا ہوتا ہے؟

جواب: ربا نہیں ہے مگر سونا اور چاندی اور مکیلی و موزونی کھائی پی جانے والی اشیاء میں۔

حدیث نمبر86: حضرت عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھجور کے بدلے کھجور کین دین میں برابر ہونی چاہئے تو آپ کی بارگاہ میں عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ!

آپ کے خیبر پر مقرر عامل جو انصار کے قبیلہ عدی سے ہیں وہ تو ایک صاع دو صاع کے بدلے لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا ﷺ اسے میرے پاس لاو تو اسے لایا گیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ایک صاع دو صاع کے بدلے نہ لو اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ!

وہ مجھے اچھی قسم کی کھجوریں ردی قسم کھجوروں کے بدلے نہیں دیتے مگر ایک صاع دو کے بدلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھٹیا قسم کی کھجوریں دراھم کے بدلے بیچ دیا کرو اور ان دراھم سے عمدہ قسم کی کھجوریں خرید لیا کرو۔

سوال نمبر113: خیبر کے عامل کو رسول اللہ ﷺ نے کھجوریں لینے کا کیا طریقہ ارشاد فرمایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھٹیا قسم کی کھجوریں دراھم کے بدلے بیچ دیا کرو اور ان دراھم سے عمدہ قسم کی کھجوریں خرید لیا کرو۔

حدیث نمبر87: حضرت ابو ھریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر عامل بنایا پس وہ شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں عمدہ کھجوریں لایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟

عرض کی نہیں یارسول اللہ ﷺ!

لیکن ردی کھجوروں کے دو صاع کے بدلے عمدہ کا ایک صاع اور تین کے بدلے عمہ کے دو صاع کا لین دین کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کر بلکہ اپنی کھجوروں کو دراھم کے بدلے بیچ پھر ان دراھم سے عمدہ کھجوروں کو خرید لو اور وزن سے لین دین والی چیزوں میں ایسا ہی کیا کرو۔

قال محمد: یہ ہی ہمارا مسلک ہے اور امام صاحب اور اکثر فقہاء کا بھی۔

حدیث نمبر 88: ہمیں امام مالک نے خبر دی کہ ایک شخص نے حضرت سعید بن مسیب سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جو مقام جار سے طعام ایک دینار اور نصف درھم کے بدلے خرید تا ہے کیا وہ ایک دینار اور نصف درھم کے بدلے طعام دے سکتا ہے؟

فرمایا نہیں، ہاں وہ اسے ایک دینار اور درھم کے بدلے دے اور بائع اسے طعام نصف درھم کا دے۔

قال محمد: یہ صورت ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے اور دوسری صورت بھی جائز ہے جبکہ وہ اسے خریدے ہوئے طعام میں سے جو بیع اول میں نصف درھم کے بدلے تھا اس سے کم نہ دے اگر وہ اسے کم دے جو بیع اول میں نصف درھم کا تھا تو یہ جائز نہیں یہ ہی امام صاحب کا اور اکثر فقہاء کرام کا قول ہے۔

باب الرجل یکون لہ العطایا اوالدین علی الرجل فیبیعہ قبل ان یقبضہ

حدیث نمبر 89: حضرت یحیٰ بن سعید نے حضرت جمیل مؤذن کو حضرت سعید بن مسیب سے یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ میں غلہ جات میں سے خرید تا ہوں جو لوگ مقام جار میں لوگوں کے لئے عطیہ ہوتے ہیں تو میں اس میں سے جس قدر اللہ چاہے خرید تا ہوں بہر حال میں چاہتا ہوں کہ اس غلہ کو ایک مقرر مدت تک بیچ دوں تو حضرت سعید نے کہا: کیا اس غلہ سے توں لوگوں کو ادا کرنا چاہتے ہو جو تم نے خریدا ہے عرض کی جی ہاں تو آپ نے حضرت جمیل کو اس سے منع فرمادیا۔

قال محمد: کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ قرض والی چیز کو آگے بیچ دے جب تک اس کی قیمت ادانہ کر دے کیونکہ یہ دھوکہ ہے کہ یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ پورے کا پورے وصول ہو گا یا نہیں، یہ ہی امام صاحب کا مؤقف ہے۔

سوال نمبر 114: قرضہ یا عطیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے آگے بیچنا کیسا ہے مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟

جواب: شریعت اسلام میں قبضہ کئے بغیر کوئی شے آگے بیچنا جائز نہیں ہاں!

امام مالک کے نزدیک: سوائے کھانے کے بقیہ تمام اشیاء جو بطور قرض یا بطور عطیہ ملے ان پر قبضہ سے پہلے بھی تصرف جائز ہے مثلاً اسے آگے بھی بیچ سکتا ہے۔

امام شافعی اور امام محمد کے نزدیک: جب تک قبضہ نہ کر لے آگے بیچنا جائز نہیں۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک: کیلی اور موزونی اور عددی چیزوں میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں جبکہ بقیہ میں جائز ہے۔

امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک: فقط عقار میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں۔

حدیث نمبر 90: موسیٰ بن میسری نے ایک شخص کو حضرت سعید بن مسیب سے سوال کرتے ہوئے سنا اس نے عرض کی! میں قرض بیچتا ہوں اس نے کچھ وضاحت کی تو آپ نے فرمایا ایسی شے مت بیچ جب تیرے قبضہ میں نہ آجائے

قال محمد: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ قرض کو بیچے جو کسی دوسرے کے ذمہ ہے ہاں اس شخص سے قرض کی بیع جائز ہے جس پر قرض ہے کیونکہ قرض کی بیع کرنا دھوکا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا آیا وصول ہو گا یا نہیں اور یہ ہی امام صاحب کا قول ہے۔

سوال نمبر 115: دین کو کس صورت میں بیچنا جائز ہے؟

جواب: جس پر قرض ہے اسے وہ قرض بیچنا جائز ہے۔

باب الرجل یکون علیه الدین فیقضی افضل مما اخذه

حدیث نمبر 91: حضرت مجاھد سے مروی ہے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی شخص سے چند دراھم ادھار لئے پھر آپ نے اسے اس سے بہتر قسم کے دراھم ادا کئے تو اس شخص نے کہا یہ میرے ان دراھم سے بہتر ہے جو آپ نے بطور قرض لئے تھے تو ابن عمر نے فرمایا: مجھے معلوم ہے لیکن میرا نفس اس پر خوش ہے یعنی میں نے بخوشی دیئے ہیں۔

سوال نمبر 116: کیا قرض لے کر واپسی پر اس سے بہتر لوٹانا سود ہے؟

جواب: ایسا کرنا سود نہیں بلکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ ایسا کیا جاسکتا ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر کیا۔

حدیث نمبر 92: حضرت رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے آپ نے نو عمر اونٹ لیا پھر کہی سے آپ کی بارگاہ میں کچھ صدقے کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے حضرت ابو رافع کو حکم دیا فلاں شخص کو اس کا اونٹ ادا کر دو تو حضرت رافع حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ میں تو اچھا اور چار سالہ اونٹ کو پاتا ہوں تو فرمایا ان میں سے ہی دے دو بیشک وہ لوگوں میں سے بہتر ہے جو اچھے طریقے سے قرض کی ادائیگی کرتا ہو۔

قال محمد: ہم قول ابن عمر پر عمل کرتے ہیں کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ قرض پر زیادتی کر کے لوٹانا بغیر کسی شرط کے ہو اور یہ ہی امام صاحب کا قول ہے۔

سوال نمبر 117: کس صورت میں قرض پر زیادتی کر کے ادائیگی جائز ہے؟

جواب: جب زیادتی بغیر کسی شرط کے ہو۔

حدیث نمبر 93: حضرت ابن عمر سے مروی ہے فرمایا: جس کسی کو کچھ قرض دے تو سوائے ادائیگی کے اور کوئی شرط نہ لگائے۔

قال محمد: یہ ہی ہمارا مسلک ہے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ قرض میں اس سے بہتر کی شرط لگائے کہ قرض لے لین دین میں کوئی شرط لگانا مناسب نہیں اور یہ ہی امام الاحناف اور اکثر فقہاء کرام کا مذھب ہے۔

باب مایکره من قطع الدراهم والدنانیر

حدیث نمبر 94: حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا: سونے اور چاندی کو کاٹ لینا زمین میں فساد برپا کرتا ہے۔

قال محمد: دراھم اور دیناروں کو بغیر منفعت کے نہیں کاٹنا چاہئے۔

سوال نمبر 118: مذکورہ حدیث کی تشریح فرمائیں؟

جواب:لوگ چیزوں سے سوناچاندی کاٹ لیتے اوران کواسی ریٹ پر بیچا کرتے جو کہ دھوکہ ہے تواس سے منع کیا گیا ہے۔

باب المعاملة والمزارعة فی النخل والاض

حدیث نمبر95:حضرت حنظلہ انصاری نے حضرت رافع سے کھیتوں کو کرایہ پر دینے کے بارے پوچھاتوفرمایا:اس سے تو منع کیا گیاہے حضرت حنظلہ کہتے ہیں میں نے حضرت رافع سے عرض کی کہ کیاسونے اور چاندی کے بدلے بھی زمین کرایہ پر دین منع ہے؟ توآپ فرمایا:سونے اورچاندی کے بدلے کھیتی کرایہ پر دینے میں کوئی مذائقہ نہیں۔

قال محمد:ہم اسی حدیث کو لیتے ہیں کہ زمین کوسونے اور چاندی کے بدلے کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں اور گندم کے عوض دینے میں کوئی حرج نہیں جبکہ گندم کا کیل اور قسم متعین ہواور زمین کی تمام پیداوار دینے کی شرط نہ ہواورا گریہ شرط ہے کہ زمین کی متعین مقداراسے دے گاتواس میں کوئی خیر نہیں یہ ہی امام صاحب اورا کثر فقہاء کرام کا قول ہے۔

حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کیازمین کو معین وماپ کر گندم کے بدلے کرایہ پر دیناجائز ہے توآپ نے اس میں رخصت دی اور فرمایا یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنامکان کرایہ پر دیتاہے۔

سوال نمبر119:معاملہ اورمزارعہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب:معاملہ کہتے ہیں کہ صاحب کھجوراور صاحب باغ کااپنے نخل وبستان کواس شرط پر کسی دوسرے کے حوالے کر دینا کہ ان سے جوکچھ حاصل ہوگااس کا ثلث یاربع حصہ صاحب بستان ونخل کااور بقیہ عامل یعنی کام کرنے والے کا۔

اورمزارعہ یہ ہے کہ صاحب زمین اپنی خالی زمین کسی دوسرے کو کھیتی کے لئے دے اس شرط پر کہ جوکچھ حاصل ہوگااس کا ثلث یاربع صاحب ارض کااور بقیہ دوسرے کا۔

امام مالک واحمد وامام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے جبکہ امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں۔

حدیث نمبر96:حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیاتوآپ ﷺ نے یہود سے فرمایا:

میں تمہیں بدستور تمہاری زمینوں پر ٹھہراتاہوں جیسااللہ نے تمہیں ٹھہرایامگراس شرط پر کہ زمین سے پیداہونے والی کھجوریں ہمارے اور تمہارے درمیان آدھی آدھی ہوں گی،راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کھجوریں لینے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجا کرتے تھے پس وہ کھجوروں کودوحصوں میں بانٹ دیتے اور فرماتے اگرتم چاہوتو یہ لے لویاہمارے حصے والی لے لوراوی کہتے ہیں یہوداسے لے لیاکرتے تھے۔

سوال نمبر120:خیبر کے فتح ہونے کے بعد حضور ﷺ اور یہود کے مابین کیافیصلہ ہوا؟

جواب:آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایاکہ تمہاری کھجوریں ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم ہواکریں گی۔

سوال نمبر121:حضور ﷺ یہود کی طرف کھجوریں لینے کس کوروانہ فرماتے؟

جواب:حضرت عبداللہ بن رواحہ کو۔

حدیث نمبر 97: سلمان بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو روانہ فرماتے پس وہ اپنے اور یہود کے مابین کھجوروں کو تقسیم کر دیتے روای کہتے ہیں یہودیوں نے اپنی عورتوں کا زیور آپ کو پیش کیا اور کہا یہ آپ کے لئے ہے لہذا ہم سے تخفیف فرمائے اور جو کچھ ہم سے لیتے ہیں اس میں کمی فرمائے تو آپ نے فرمایا اے گروہ یہود!
اللہ کی قسم! تم میرے نزدیک اللہ کی مبغوض ترین مخلوق ہو یہ مجھے ہر گز اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تم پر ظلم و زیادتی کروں اور جو تم رشوت لائے ہو یہ تو حرام ہے ہم اسے نہیں کھاتے تو یہود نے کہا جی حضرت اسی وجہ سے تو زمین و آسمان قائم ہیں۔
قال محمد: ہم اسی حدیث کو لیتے ہیں کہ کھجوروں کا کسی حصہ ثلث یا ربع پر معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور خالی زمین بھی کسی حصہ ثلث اور ربع پر مزارعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بہر حال امام اعظم اسے مکروہ جانتے اور فرماتے یہ مخابرہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔

باب احیاء الارض باذن الامام او بغیر اذنه

حدیث نمبر 98: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مردہ و بنجر زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے کسی ظالم کو اس میں حق نہیں۔
سوال نمبر 122: مذکورہ حدیث پاک کی مختصر وضاحت فرمائیں؟
جواب: اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے کسی ایسی زمین جس کا مالک معلوم نہ ہو اور اس سے کوئی نفع بھی نہ لیا جاتا ہو اسے زندہ کیا یعنی اس نفع حاصل کیا کھیتی اگا کر یا کسی بھی طرح تو وہ زمین اسی کی ہے۔
حدیث نمبر 99: حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا تو وہ اسی کی ہے۔
قال محمد: ہم اسی پر عامل ہیں کہ جس نے کسی مردہ زمین کو امام و سلطان کے حکم سے یا بغیر حکم کے زندہ و زرخیز کیا تو وہ اسی کی ملکیت میں ہے۔
قال ابو حنیفه: امام کی اجازت کے بغیر وہ زمین اس کی نہ ہو گی ہاں امام کو چاہئے کہ جس نے زمین کو زندہ کیا ہے تو وہ زمین اس کے نام کر دے اور اگر اس کے نام نہ کی تو وہ زمین اس کی نہ ہو گی۔
سوال نمبر 123: جس نے کسی زمین کو زندہ کیا تو کیا وہ زمین اسی کی ہو گی مع اختلاف آئمہ کے بیان فرمائیں؟
جواب: جی ہاں وہ زمین اسی کی ملکیت ہو جائے گی کیونکہ وہ زمین مال مباح غیر مملوک ہے۔
امام ابو یوسف اور امام اعظم و امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ملکیت کے لئے سلطان کی اجازت شرط ہے بر خلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک امام کی اجازت شرط نہیں۔

تمت بالخیر